عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد:۴۳ | ۴تا۱۰رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۶تا۲۲جنوری ۲۰۲۴ء | شمارہ:۳

حضرت عبداللہؓ بن سلام

انٹرنیٹ کا منفی استعمال

نقصانات اور تدابیر

علامہ اقبالؒ اور قادیانیت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

رسالوں، ڈائجسٹوں کی اشاعت سے حاصل کردہ آمدن کا حکم

س:...... محترم جناب! ہم اپنے ڈائجسٹوں میں کہانیاں شائع کرتے ہیں، جس میں ہماری نیت اصلاحِ معاشرے کی ہوتی ہے اور مصنفین بھی اپنے اردگرد ہونے والے حالات و واقعات کو محسوس کر کے کہانیاں تحریر کرتے ہیں، تاکہ پڑھنے والے ان تحریروں کو پڑھ کر سبق حاصل کر کے ان کو اپنی عملی زندگی میں بروئے کار لا کر اپنی عملی زندگی، گھریلو زندگی اور ازدواجی زندگی کو سنوار پائیں، اور غلط اقدامات کی روک تھام کی سمجھ بوجھ بھی دی جاتی ہے، اس کے ساتھ ہی پیار و محبت، عزت و احترام کا سبق بھی دیا جاتا ہے، دینی و شرعی حدود کے بارے میں بھی آگاہی دی جاتی ہے۔ میرا آپ محترم جناب سے سوال ہے کہ: ''میرے روزگار سے ہونے والی آمدن کیا حرام اور ناجائز ہے؟''

ج:...... دینی اور شرعی حدود کے دائرے میں رہتے ہوئے اصلاح معاشرے کی نیت سے تحریری یا تقریری جدوجہد اور کوششیں کرنا شرعاً نہ صرف جائز ہے بلکہ وقت اور ضرورت کے عین مطابق ہے۔ انسانی طبیعت قصہ کہانیوں کی طرف جلد مائل ہوتی ہے، خواہ وہ فرضی ہوں یا سچی، اور یہ طبیعت پر اپنا اثر بھی چھوڑتی ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ شرعی حدود و قیود کی رعایت کرتے ہوئے اس میدان میں قدم رکھا جائے تاکہ انسانیت کو اس سے واقعی فائدہ حاصل ہو، محض ذہنی اور دماغ کی عیاشی کا سامان نہ ہو، نہ ہی مخربِ اخلاق ہو کہ جس سے معاشرے میں مزید بگاڑ اور فساد پیدا ہونے کا خدشہ ہو۔ چنانچہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے اس بارے میں ایک سائل کو جواب تحریر فرمایا جو کہ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل''، جلد ۷، صفحہ ۵۰۲ پر (تخریج شدہ ایڈیشن) درج ہے:

''س:...... کہانیوں کی کتابیں، رسالے، ڈائجسٹ اور دوسری فحش کتابیں پڑھنی چاہئیں کہ نہیں؟ اگر پڑھے تو گناہ ہے یا نہیں؟

ج:...... اخلاقی، اصلاحی اور سبق آموز کہانیاں پڑھنا جائز ہے۔ فحش اور گندی کہانیاں جن سے اخلاق تباہ ہوں، پڑھنا حرام ہے۔ الدر المختار میں ہے: ''وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حمل سماع الاعاجیب والغرائب من کل مالا یتقین کذبہ بقصد الفرجة لا الحجة بل و مایتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعة علی السنة آدمیین أو حیوانات ذکرہ ابن حجر۔'' (الدر المختار مع رد المحتار، ج:۶، ص:۴۰۵، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔''

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس زمانے میں بیشتر نوجوان فحش ناول یا جرائم پیشہ لوگوں کے حالات پر مشتمل قصے یا فحش اشعار دیکھنے کے عادی ہیں، یہ سب چیزیں اسی قسم ''لَہو'' حرام میں داخل ہیں۔ اسی طرح گمراہ اہل باطل کے خیالات کا مطالعہ بھی عوام کے لئے گمراہی کا سبب ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(معارف القرآن، ج:۷، ص:۲۳، طبع ادارۃ المعارف، کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ اخلاقی، اصلاحی اور سبق آموز کہانیاں پڑھنا، لکھنا اور چھاپنا جائز ہے اور اس ذریعہ سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حلال اور جائز ہے۔ فحش اور جرائم پرور لٹریچر چھاپنا، پڑھنا اور اس کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنانا بھی حرام اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۳ ۴ تا ۱۰ ؍رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ ؍جنوری ۲۰۲۴ء شمارہ:۳

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرّم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مسلمانوں کی ایک دوسرے پر شفقت	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
انٹرنیٹ کا منفی استعمال ... نقصانات، تدابیر	۷	مولانا محمد حنیف جالندھری
صحابہؓ واہلِ بیتؓ کے باہمی تعلقات	۱۰	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۱۳	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا رحمۃ اللہ علیہ
ختم نبوت کا اعلان	۱۷	حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
علامہ اقبالؒ اور قادیانیت	۲۲	جناب محمد عرفان ندیم صاحب
خبروں پر ایک نظر	۲۴	ادارہ
برادر محترم مولانا خادم اللہ کی رحلت	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری **مطبع:** القادر پرنٹنگ پریس **طابع:** سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۶۵ فصل:.... ۸ ہجری کے سرایا

مُشَلَّل:..... (میم مضموم، شین معجمہ مفتوح، پہلی لام مشدد اور مفتوح) یہ مکہ و مدینہ کے مابین ایک پہاڑ تھا جس کی اُترائی میں قدید واقع تھا۔

۱۳:..... **سریہ خالد بن ولید**ؓ:..... اسی سال فتحِ مکہ سے فارغ ہونے کے بعد ۲۵ر رمضان کو عزیٰ نامی بت کو منہدم کرنے کے لئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریہ روانہ فرمایا، یہ موضع نخلہ میں، جو مکہ کی شرقی جانب ایک دن کی مسافت پر واقع ہے، نصب تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تیس صحابہؓ کے ساتھ گئے اور اسے منہدم کرڈالا۔

۱۴:..... **سریہ عمرو بن عاص**ؓ:..... اسی سال فتحِ مکہ سے فارغ ہوکر رمضان ہی میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سواع نامی بت توڑنے کے لئے روانہ فرمایا، بنوہذیل کا یہ بت رُہاط (بضم را) میں تھا، جو ساحلِ سمندر پر مکہ سے تین میل دُور ایک قصبہ تھا، چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسے پیوندِ خاک کرڈالا۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ ان کی روانگی کس تاریخ کو ہوئی اور ان کے ہمراہ کتنے حضرات گئے تھے؟

۱۵:..... **سریہ خالد بن ولید**ؓ:..... اسی سال فتحِ مکہ کے بعد اور حنین تشریف لے جانے سے قبل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریہ بنوجذیمہ کی جانب روانہ فرمایا، یہ بنوکنانہ کی ایک شاخ تھی جو یلملم کی جانب مکہ سے ایک دن کی مسافت پر آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو پچاس مہاجرین وأنصار کی معیت میں روانہ فرمایا، چنانچہ وہ لوگ کچھ قتل ہوئے کچھ قید ہوئے۔

اسی سریہ میں وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جن لوگوں پر چڑھائی کی تھی، ان میں سے کچھ لوگوں نے (اظہارِ اسلام کے لئے) ''صَبَأْنَا، صَبَأْنَا'' کہا، (جس کے معنی ہیں ہم اپنے دِین سے پھر گئے، یعنی مسلمان ہوگئے)، اور یہ ''اَسْلَمْنَا'' (ہم اسلام لے آئے) کہہ کر اپنا مافی الضمیر ٹھیک سے ادا نہیں کرسکے، اس لئے حضرت خالدؓ نے انہیں (غلط فہمی کی بنا پر) قتل کرڈالا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اِطلاع ہوئی تو حضرت خالدؓ پر عتاب فرمایا، اور ہاتھ اُٹھا کر تین مرتبہ کہا: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ۔''

ترجمہ:... ''یا اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔''

بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کی جان و مال کا معاوضہ ادا فرمایا۔

۱۶:..... **سریہ ابو عامر عبید اشعری**ؓ:..... اسی سال شوال میں غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف کے درمیانی عرصے میں ابو عامر عبید بن سلیم بن حضار الاشعری (یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں، رضی اللہ عنہما) کا سریہ اوطاس کی جانب روانہ فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگِ حنین کے بعد ان کافروں کے تعاقب کے لئے بھیجا تھا جو حنین سے بھاگ نکلے تھے۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

مسلمانوں کی ایک دُوسرے پر شفقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اسلام نے جس طرح دنیا وآخرت کی کامیابی کے اہم اصول اور قوائد بیان کئے ہیں، وہاں اسلامی برادری کی معاشرت کے لئے بھی ہمیں ہدایات اور راہنمائی عطا کی ہے۔ اس کے لئے ہمارے شیخ اور حضرت اقدس شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے تین احادیث اور اس کی تشریح لکھی ہے۔ انہیں کے الفاظ میں آج کی اہم ضرورت کی بنا پر بطور اداریہ شامل اشاعت ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

ا:.... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے، مسلمان کی ہر چیز دُوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کی عزّت وآبرو بھی، اس کا مال بھی، اور اس کا خون بھی۔ (سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ) تقویٰ یہاں ہوتا ہے! ایک آدمی کے بُرا ہونے کو یہی کافی ہے کہ وہ مسلمان کی تحقیر کرے۔'' (ترمذی، ج:۲ص:۱۴، ۱۵)

اس حدیث شریف میں اہلِ اسلام کی اُخوّتِ اسلامی اور اس کے تقاضوں کو بیان فرمایا گیا ہے، ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے'' یہ اسلامی اُخوّت کا ذکر ہے، جو نسبی اُخوّت سے بھی زیادہ قوی اور پائیدار ہے۔ قرآنِ کریم نے بھی اس اُخوّتِ ایمانی کو اپنے بلیغ انداز میں ارشاد فرمایا ہے: ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔''.... ''اہلِ ایمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

اِمام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت شریفہ کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''ای فی الدِّین و الحرمۃ لا فی النسب، و لھذا قیل: اخوۃ الدِّین أثبت من اخوۃ النسب، فان اخوۃ النسب تنقطع بمخالفۃ الدِّین، و اخوۃ الدِّین لا تنقطع بمخالفۃ النسب۔'' (قرطبی، ج:۱۶ص:۳۲۲)

ترجمہ:... ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، یعنی نسب میں نہیں، بلکہ دِین اور حرمت میں۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ: ''دِینی اُخوّت، نسبی اُخوّت سے زیادہ مضبوط ہے'' کیونکہ نسبی اُخوّت دِین کی مخالفت کے ساتھ منقطع ہوجاتی ہے، مگر دِینی اُخوّت نسب کے اختلاف سے منقطع نہیں ہوتی۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی باہمی اُخوّت کو ذکر فرمانے کے بعد اس اُخوّت کے حقوق اور تقاضوں کو بیان فرمایا ہے: ☆... ایک مسلمان دُوسرے مسلمان کی خیانت نہ کرے، نہ جان و مال میں، نہ عزّت وآبرو میں۔ ☆... اس کے سامنے جھوٹ نہ بولے، اور کسی معاملے میں فریب، دھوکا دہی اور غلط بیانی سے کام نہ لے۔ ☆... اس کا مسلمان بھائی اگر مدد کا محتاج ہو تو اس کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچے، اس میں دُشمنوں کے مقابلے میں مدد کرنا بھی شامل ہے، اور فقر وفاقہ اور عسرت وتنگ دستی کے مقابلے میں مدد کرنا بھی داخل ہے۔ ☆... ایک مسلمان کی جان، مال اور عزّت وآبرو کی حفاظت بھی مسلمان کے ذمے ہے، نہ ان چیزوں میں خود دست درازی کرے، اور نہ کسی دُوسرے کو کرنے دے۔ ☆... ایک مسلمان کسی مسلمان کی تحقیر نہ کرے، نہ اس سے حقارت آمیز سلوک کرے، نہ زبان سے کوئی ہتک آمیز بات کہے، اور نہ دِل میں اس کو حقیر جانے، کیونکہ مسلمان بھائی کی تحقیر کرنا ایک ایسی بُرائی ہے کہ اس کے بعد آدمی کے بُرا ہونے کے لئے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ☆... اس ضمن میں قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد

فرمایا گیا ہے کہ: ’’تقویٰ یہاں ہوتا ہے!‘‘ اس میں دو باتوں پر تنبیہ ہے، ایک یہ کہ تقویٰ کا محل قلب ہے، اور کسی مسلمان کی قلبی کیفیت کا احاطہ کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں، اس لئے کسی مسلمان کو حقیر جاننے کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ دوم یہ کہ جس شخص کے دِل میں تقویٰ ہوگا، جو خوفِ خداوندی سے عبارت ہے، وہ کسی مسلمان کو حقیر نہیں سمجھے گا، اس لئے کہ مسلمان کی تحقیر کرنا قلب کے خوفِ اِلٰہی سے عاری ہونے کی علامت ہے۔ اس مختصر سی تشریح کے بعد واضح ہوجاتا ہے کہ یہ حدیث اسلامی معاشرت کے اہم ترین اُصول وہدایات پر مشتمل ہے، اور اگر مسلمان بھائی صرف اسی ایک حدیث پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرلیں تو ان کی معاشرت جنت کا نمونہ بن سکتی ہے، وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ!

۲:.... ’’حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مؤمن دُوسرے مؤمن کے لئے ایسا ہے جیسے ایک عمارت (کی اِینٹیں) کہ اس کا ایک حصہ دُوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔‘‘ (ترمذی، ج:۲، ص:۱۵)

اس حدیث پاک میں اسلامی برادری کو ایک عمارت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جس طرح عمارت کا ہر حصہ دُوسرے حصے کی تقویت اور مضبوطی کا باعث ہے، اور اس کے ایک حصے کو نقصان پہنچنے سے عمارت کی مضبوطی اور اس کی زیب وزینت کو نقصان پہنچتا ہے، اسی طرح ہر مسلمان اسلامی برادری کی تقویت اور مضبوطی کا باعث ہے، اور ایک مسلمان کا نقصان صرف اس کا نقصان نہیں، بلکہ پوری اسلامی برادری کا نقصان ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ فرمادیا گیا ہے کہ جس طرح اِینٹوں کے ڈھیر اور ملبے کا نام عمارت نہیں، جب تک ان سے عمارت کی چنائی نہ کردی جائے۔ اسی طرح مسلمانوں کے اَفراد کا نام اسلامی معاشرہ نہیں، جب تک کہ اسلام کی برکت سے ان کے درمیان ربط واِتحاد اور جوڑ پیدا نہ ہوجائے۔

۳:.... ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں ہر ایک شخص اپنے مسلمان بھائی کا آئینہ ہے، پس اگر اس میں کوئی داغ دھبّہ دیکھے تو اس کو ہٹادے۔‘‘ (ترمذی، ج:۲، ص:۱۵)

اس حدیث پاک میں ایک مسلمان کو دُوسرے مسلمان کے لئے آئینہ قرار دیا گیا ہے، اور آئینے میں دو خوبیاں پائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہ آئینہ دیکھنے والے سے خیانت نہیں کرتا، بلکہ اس کے چہرے میں کوئی عیب اور داغ، دھبّہ ہو تو اس کو نمایاں کردیتا ہے۔ دُوسری خوبی یہ ہے کہ آئینہ صرف اپنے دیکھنے والے کے سامنے چپکے سے اس کے عیب کا اظہار کردیتا ہے، دُوسروں کے سامنے اظہار نہیں کرتا، اور اس کے اس عیب کی کسی کو خبر نہیں ہونے دیتا۔ گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح آئینہ اپنے دیکھنے والے کے حق میں مخلص ہوتا ہے، اسی طرح ایک مؤمن کو چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کے حق میں نہایت مخلص ہو کہ اگر اس میں کوئی عیب پایا جاتا ہے تو چپکے سے اس کی اصلاح کی طرف اسے متوجہ کردے، مگر لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کرے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح آئینہ دیکھنے والا آئینے پر اعتماد کرتا ہے اور آئینہ جس داغ دھبے کی، عیب کی نشاندہی کرتا ہے، اس کی اصلاح کرلیتا ہے، آئینے میں اپنے عیب کو دیکھ کر حبشی کی طرح شیشہ توڑنے کی کوشش نہیں کرتا، اسی طرح مسلمان کو چاہئے کہ اس کا جو بھائی اس کے عیب کی نشاندہی کرے، اس کے اِخلاص پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے اس عیب کی فوراً اصلاح کرلے، اپنے بھائی کی نشاندہی کا بُرا نہ منائے۔ بعض عارفین نے اس حدیث پاک کی یہ شرح فرمائی ہے کہ: مسلمان کو چاہئے کہ دُوسرے اہلِ ایمان کو آئینہ سمجھے، اور اس کے اندر جو عیوب نظر آئیں ان کے بارے میں یوں سمجھے کہ یہ میرے چہرے کا عکس ہے، اس لئے اپنے اندر ان عیوب کا جائزہ لے، اور جو عیوب اپنے اندر نظر آئیں ان کی اصلاح کرے، کیونکہ آدمی کو خود اپنا چہرہ نظر نہیں آیا کرتا، اس لئے دُوسرے کے عیوب سے اپنے عیوب پر تنبہ ہوتا ہے، اور عقل مند آدمی متنبہ ہوکر اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

انٹرنیٹ کا منفی استعمال

نقصانات وتدابیر

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ موجودہ دور انٹرنیٹ کا دور ہے، اس کی بدولت مختصر وقت میں انتہائی کم لاگت میں دنیا بھر کی معلومات تک انسان کی رسائی آسان ہوچکی ہے۔ اشیائے ضرورت کی خرید وفروخت، رقوم اور پیغامات کی ترسیل، معلومات کے باہمی تبادلے اور دفتری امور سمیت ہمارے بہت سے روزمرہ کے کام ایسے ہیں جن کی انجام دہی میں ہم انٹرنیٹ سے مدد لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں عوام و خواص کی اکثریت انٹرنیٹ سے کسی نہ کسی درجے میں منسلک اور مربوط ہے۔

جس طرح دنیا کی دوسری چیزیں اپنے اندر مثبت اور منفی ہر دو پہلو رکھتی ہیں اسی طرح انٹرنیٹ کا استعمال بھی مفید اور مضر دونوں گوشے رکھتا ہے، اگر ایک طرف اس کا درست استعمال ہماری زندگی میں بے شمار آسانیاں پیدا کر رہا ہے تو دوسری طرف اس کا غلط استعمال ہمیں دینی، دنیاوی، ذاتی، خانگی، سماجی اور اخلاقی اعتبار سے بے پناہ نقصانات سے بھی دوچار کررہا ہے۔

یوں تو اس ٹیکنالوجی کے منفی استعمال سے وجود میں آنے والے نقصانات کی فہرست بہت طویل ہے تاہم ان میں سے چند نقصانات اپنی شدت اور ہولناکی کی بنا پر اس قابل ہیں کہ انہیں زیر بحث لایا جائے، ان کی مضرتوں اور خرابیوں سے انٹرنیٹ کے صارفین کو آگاہ وخبردار کیا اور ان سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

اس کا سب سے زیادہ شنیع قبیح نقصان یہ ہے کہ یہ اشاعت فاحشہ کا سستا ترین ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے عریاں تصاویر، حیاسوز مناظر اور اخلاق باختہ ویڈیوز تک رسائی انتہائی آسان ہوچکی ہے، اس وقت انٹرنیٹ نوجوان نسل میں اخلاقی قدروں کی تباہی، فرد اور سماج میں شرم وحیا اور غیرت وحمیت کے فقدان ونقصان اور نوجوان مرد وخواتین کے اعلیٰ اخلاقی روایات اور پاکیزہ اسلامی اقدار سے لاتعلقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اَن گنت والدین انٹرنیٹ کی وجہ سے اپنی اولاد کی اخلاقی حالت کے بگڑ جانے پر پریشان ہیں، آئے روز اس قسم کے واقعات میڈیا میں رپورٹ ہوتے ہیں کہ سماجی رابطوں کی مختلف ویب سائٹس کے ذریعے پنپنے والے مرد وزن کے باہمی تعلق کے نتیجے میں کم عمر اور ناسمجھ خواتین اپنے والدین کو معاشرے میں رسوا کرکے گھر سے فرار ہوکر کسی کی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں، مرد کے روپ میں موجود جنسی درندے چند دن تک انہیں سبز باغ دکھاتے ہیں اور مطلب برآری کے بعد انہیں بے یار ومددگار چھوڑ دیتے ہیں۔

انٹرنیٹ کا ایک بہت بڑا اور ہمہ جہتی نوعیت کا نقصان یہ بھی ہے کہ اس کا صارف وقت جیسی بیش بہا دولت اور قیمتی متاع کو بے دردی کے ساتھ ضائع کرنے کا عادی ہوجاتا ہے۔ انٹرنیٹ سے منسلک افراد کی ایک بہت بڑی تعداد گھنٹوں تک اسکرین پر نظریں جمائے لایعنی و بے فائدہ اور بسا اوقات ضرر رساں ونقصان دہ چیزوں میں مصروف ومگن رہتی ہے۔ بہت سے طلبا تعلیمی ضروریات کی تکمیل کے نام پر انٹرنیٹ سے مربوط ہوتے ہیں اور پھر یہ ٹیکنالوجی رفتہ رفتہ انہیں اپنے جال میں اس طرح جکڑ لیتی ہے کہ وہ اسی کے ہوکر رہ جاتے ہیں، علم کی جستجو اور مطالعہ کی لگن ختم ہوجاتی ہے، ذوقِ تحقیق فنا ہوجاتا ہے، علمی ونصابی سرگرمیاں پھیکی لگنے لگتی ہیں، کتابوں سے وحشت ہوجاتی ہے، پڑھائی سے دل اُچاٹ ہوجاتا ہے اور بسا اوقات اس کا نتیجہ سرے سے پڑھائی کو خیرباد کہنے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔

انٹرنیٹ کے بکثرت استعمال کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انسانی صحت پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ انٹرنیٹ میں زیادہ دیر اشتغال کے نتیجے میں انسانی ذہنی تناؤ اور نفسیاتی عارضوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس لئے کہ جب انسان زیادہ دیر تک ایسی ہیئت میں اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھا رہتا ہے کہ دماغ کے علاوہ دیگر اعضا ساکن ہوتے ہیں تو سارا بوجھ دماغ ہی پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے

انسان مختلف نفسیاتی عوارض کا شکار ہوجاتا ہے اور پھر یہ عوارض مختلف امراض مثلاً: شوگر، ہائی بلڈ پریشر، جسمانی سستی وکمزوری اور دیگر قلبی واعصابی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں، بلکہ جدید تحقیقات سے تو یہ بھی پتا چلا ہے کہ انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال کے نتیجے میں وہ بیماریاں بھی پیدا ہوسکتی ہیں جو منشیات کے استعمال سے پیدا ہوتی ہیں، اس لئے کہ اس کے زیادہ استعمال سے انسانی جسم میں وہی کیمیاوی رطوبتیں پیدا ہوجاتی ہیں جو نشہ آور چیزوں کے استعمال سے پیدا ہوتی ہیں اور پھر یہ رطوبتیں انسان کو مزید انٹرنیٹ استعمال کرنے پر مجبور کرتی ہیں گویا جس طرح ایک منشیات کے عادی انسان کے لئے منشیات کا استعمال ایک مجبوری بن جاتا ہے، اسی طرح انٹرنیٹ کا زیادہ استعمال بھی کسی نشے کی طرح انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور پھر انٹرنیٹ کے بغیر انسان بے چینی واضطراب کا شکار ہوجاتا ہے۔

علاوہ ازیں انٹرنیٹ ٹیکنالوجی کے ذریعے اشتعال انگیز، توہین آمیز اور شرعاً، اخلاقاً اور قانوناً قابلِ گرفت مواد کی نشرواشاعت، سوشل میڈیا پر اپلوڈ کی جانے والی تصاویر کے غلط استعمال، معلومات کی چوری اور ایک گھر میں موجود افرادِ خانہ کے درمیان دُوری اور لاتعلقی سمیت درجنوں سماجی بُرائیاں اور اخلاقی خرابیاں عام ہوتی جارہی ہیں۔ اگر ہم نے انٹرنیٹ کے ذریعے پیدا ہونے والی خرابیوں کے سیلاب کی روک تھام کے لئے موثر اقدامات اور سنجیدہ کوششیں نہ کیں تو ہم اپنے معاشرے کو مکمل تباہی سے نہیں بچاسکیں گے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس سلسلے میں فرد، خاندان، معاشرہ اور ریاست، ہر ایک کو اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آپ کو انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے بچانے کی فکر کرے۔ انٹرنیٹ سے منسلک ہر شخص کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ قرآن وحدیث میں نظر کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے، اس لئے کہ انتہائی اخلاقی بُرائیوں تک پہنچنے کا پہلا زینہ نظروں کا غلط استعمال ہی بنتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں نظر کو ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر قرار دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قُل لِّلۡمُؤۡمِنِينَ يَغُضُّوا مِنۡ أَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوا فُرُوجَهُمۡ ذَٰلِكَ أَزۡكَىٰ لَهُمۡ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرُۢ بِمَا يَصۡنَعُونَ ٥ وَقُل لِّلۡمُؤۡمِنَٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوجَهُنَّ“ (النور:۳۰،۳۱)

ترجمہ: ”مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے اور وہ جو کارروائیاں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔“

ایک حدیث شریف میں ہے کہ: ”الا کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیته“ (مشکوٰۃ)... یعنی تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے زیرنگرانی رہنے والے افراد کے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی....

اس حدیث شریف کی روشنی میں والدین اور سربراہانِ خاندان کی ذمہ داری ہے کہ وہ خاندان کے بچوں کو نہ صرف یہ کہ انٹرنیٹ کے منفی استعمالات کی خرابیوں سے آگاہ کریں بلکہ ان کی نگرانی بھی کریں کہ وہ انٹرنیٹ کا غلط استعمال تو نہیں کررہے؟ بچوں کو اس طرح سے آزاد ہرگز نہ چھوڑا جائے کہ وہ جس طرح چاہیں انٹرنیٹ کا استعمال کریں۔ آج کل اس طرح کے سافٹ ویئر اور ایپس موجود ہیں جن کی مدد سے اپنے موبائل فون کے ذریعے بچوں کی انٹرنیٹ سے متعلقہ سرگرمیوں کی نگرانی کی جاسکتی ہے۔ والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو موبائل فون اور انٹرنیٹ استعمال کرنے کی اجازت دینے سے پہلے ان سافٹ ویئرز اور ایپس سے استفادے کا طریقہ سیکھیں اور پھر بچوں کی آن لائن سرگرمیوں کی کڑی نگرانی کریں۔ اسی طرح والدین اور سرپرستوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو وقت دیں، انہیں اپنے قریب کریں، ان کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط اور خوشگوار رکھیں، ان کے لئے جسمانی کھیلوں کے مواقع فراہم کریں اور انہیں انٹرنیٹ کے استعمال کی بوقتِ ضرورت وبقدرِ ضرورت ہی اجازت دیں اور وہ بھی اس انداز میں کہ ان کی آن لائن سرگرمیوں پر نظر رکھی جاسکے۔ والدین کو چاہئے کہ وہ سائبر کرائم سے متعلقہ قوانین سے خود بھی آگاہی حاصل کریں اور بچوں کو ان سے آگاہ کریں تاکہ وہ لاعلمی میں کوئی ایسا غیرقانونی عمل نہ کربیٹھیں جو قانوناً قابل گرفت ہو۔ اوپر کی سطور میں والدین اور سربراہانِ خاندان کے متعلق جن ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ تمام ذمہ داریاں تعلیمی اداروں دینی مدارس، مکاتب، اسکولوں اور کالجوں وغیرہ کے اربابِ انتظام پر بھی عائد ہوتی

ہیں، کیونکہ ''کلکم'' کے عموم میں وہ بھی شامل ہیں۔ اس سلسلے میں ہماری رائے یہ ہے کہ جن تعلیمی اداروں میں دی جانے والی تعلیم کی نوعیت ایسی ہے کہ طالب علم کو انٹرنیٹ کی طرف احتیاج نہیں ہوتی، ان میں تو طلبا پر انٹرنیٹ اور انٹرنیٹ سے مربوط ومنسلک ہونے کی صلاحیت کے حامل موبائل فون کے استعمال پر سخت پابندی ہونی چاہئے اور جن تعلیمی اداروں میں دی جانے والی تعلیم ایسی ہے جس کے حصول کے لئے انٹرنیٹ کا استعمال کرنا پڑتا ہے، وہاں کے منتظمین پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کا ہم نے گزشتہ سطور میں والدین کے لئے ذکر کیا ہے۔

ریاست کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایسی تمام سائٹس پر پابندی عاید کرے جو فحاشی وعریانی پر مشتمل مواد کی حامل ہیں۔ سائبر کرائم قوانین کو مزید بہتر اور موثر بنائے اور عریانی و فحاشی کی اشاعت کو بھی ان جرائم کی فہرست میں شامل کرے جو سائبر کرائم قوانین کی زد میں آتے ہیں اور ان پر سختی سے عمل درآمد بھی کرے۔ آخری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ انٹرنیٹ استعمال کرنے کی صورت میں اس کے منفی استعمال سے پرہیز نہیں کرسکتا تو ایسے شخص کے لئے خلوت کے لمحات میں انٹرنیٹ استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ بوقت ضرورت تو مثبت انداز میں لوگوں کی موجودگی میں انٹرنیٹ سے استفادہ کرلے لیکن بلاضرورت انٹرنیٹ استعمال نہ کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہوئے : ''خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ'' کے اصول پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

بے حساب مرزا

مرزا حساب میں کمزور تھا، اگر کمزور نہ ہوتا تو تحصیل داری کے امتحان میں فیل نہ ہوتا...، ہم یہاں اس کے حساب میں کمزور ہونے کا ثبوت پیش کریں گے اور یہ مزے کی بات آپ کو بتائیں گے کہ مرزا کے حساب میں کمزور ہونے کا اثر مرزائیوں میں بھی سرایت کر کے رہا...، اس بات کا ثبوت بھی پیش کریں گے...، کیونکہ بات بغیر ثبوت کے مزا نہیں دیتی...تو لیجئے...مرزا کی حساب میں کمزوری کا ثبوت ملاحظہ ہو۔ مرزا نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں صفحہ ۷ ۳ پر لکھا ہے: ''دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک ساعت میں کروڑ ہا انسان مر جاتے ہیں اور کروڑ ہا اس کے ارادے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔''

آپ جانتے ہیں...ساعت ایک گھڑی کو کہتے ہیں...ایک پل یا ایک سیکنڈ کو کہتے ہیں... اب ذرا حساب لگائیں...ایک سیکنڈ میں کروڑ ہا کی بجائے صرف ایک کروڑ ہی گن لیں...کیونکہ کروڑ ہا میں تو اَن گنت کروڑ شامل ہوتے ہیں...لہٰذا مرزائی اعتراض کرسکتے ہیں...چنانچہ ہم بہت محتاط انداز میں ایک کروڑ گن لیتے ہیں...ایک سیکنڈ میں ایک کروڑ اگر مریں تو چوبیس گھنٹے میں کتنے ہوئے...صرف چھتیس ارب...جب کہ کل دنیا کی آبادی اتنی ہے بھی نہیں...یہ سب تو مرزا کے بقول مر گئے، ایک دن میں...اب ساعت میں کروڑ ہا پیدا بھی ہوتے ہیں...چوبیس گھنٹوں میں ارب ہا پیدا ہو گئے...لیکن، یہ جو ارب ہا انسان پیدا ہوتے ہیں...یہ فوری طور پر اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں...پندرہ بیس سال بعد کہیں اولاد پیدا کرنے کے قابل ہوں گے... جب کہ دوسرے دن میں پھر چھتیس ارب کا صفایا ہو جائے گا...یعنی صرف تین دن میں ایک کھرب کے قریب بچے مر جائیں گے...اور دنیا سے انسان ناپید ہو جائیں گے...لیکن ایسا دنیا میں آج تک نہیں ہوا، لہٰذا مرزا جھوٹا تھا...بلکہ اس کے تو جھوٹ کے پاؤں تک نہیں تھے اور حساب میں کورا تھا۔ اب مرزائیوں کی سنئے کہ وہ حساب میں کورے کیسے ہیں...مرزا نے لکھا ہے کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی...مرزا مرا ۱۹۰۸ء میں...اور اس کے پیشگوئی یہ تھی کہ میری عمر ۸۰ سال ہوگی۔ اس سے دو چار سال کم یا زیادہ...لیکن پیدائش کے سن اور وفات کے سن کے حساب سے مرزا کی عمر صرف ۶۸ سال ہوئی...جب کہ مرزائی کہتے ہیں...مرزا کی عمر ۷۲ تا ۷۵ سال تھی۔ ہوئے نا حساب میں کورے...ایسے کوروں سے اللہ تعالیٰ بچائے۔

(ماہنامہ لولاک فروری ۱۹۹۸ء.....از قلم: اشتیاق احمد)

انتخاب:... حافظ محمد سعید لدھیانوی

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ کے باہمی تعلقات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے مصطفی اور مجتبیٰ یعنی چنے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب فرمایا تھا، جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت جیسی عظیم ذمہ داری کے لئے منتخب فرمایا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور صحبت کے لئے بھی انسانیت کے منتخب اور برگزیدہ اشخاص کا انتخاب ہوا، اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کے لئے منتخب فرمایا ہے: ''اختارھم اللہ لصحبة نبیه'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور پاک بیویاں بھی سرد وگرم کی رفاقت اور اُمت کے لئے خانگی اور نجی زندگی کا نمونہ پیش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے منتخب تھے، ان ہی اہل بیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں اور ان صاحبزادیوں میں آپ کی چہیتی اور چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمة الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین جنت کی سردار قرار دیا اور جن کے بارے میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گواہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی، حضرت فاطمہؓ اپنے اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھیں اور آپ پر حیا کا اس قدر غلبہ تھا کہ عہدِ صحابہؓ میں بھی شاید ہی اس کی کوئی مثال مل سکے۔

حضرت فاطمہؓ کے شوہر چوتھے خلیفہ راشد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی اعتبار سے قریب ترین تعلق رکھنے کے علاوہ اسلام میں سبقت سے مشرف تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں ان کے مقام ومرتبہ کا حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کا دوست ہوں، علیؓ اس کے دوست ہیں، گویا حضرت علیؓ سے تعلق اور محبت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محبت کا معیار بنایا، اہل سنت والجماعت کے معتبر علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں کچھ یہودیوں کی سازش سے جو فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا، اس میں حضرت علیؓ حق پر تھے؛ چنانچہ حضرت علیؓ کے مخالفین کو حدیث میں ''فئة باغیة'' (باغی گروہ) قرار دیا گیا، حضرت فاطمہؓ کے بطن سے دو صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے، جو باحیات رہے اور ان ہی دونوں حضرات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک نسل کا سلسلہ آگے بڑھا۔

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانانِ جنت کے سردار قرار دیا، یہ روایت اہل سنت کے یہاں کثرت سے منقول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو پکڑتے اور کہتے: ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان دونوں سے محبت کیجئے۔'' (بخاری، حدیث نمبر: ۳۷۴۷)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو مجھ سے محبت ہوگی، وہ ان دونوں سے محبت رکھے گا۔

(مجمع الزوائد، عن ابی ہریرةؓ: ۹/۱۸۰)

عجیب بات ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو جسمانی طور سے بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی مماثلت تھی؛ چنانچہ جب حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی تو صحابہ کرامؓ اور صالحین کو ناقابل بیان صدمہ پہنچا، حضرت اُم سلمہؓ کو جب اس روح فرسا حادثہ کی اطلاع پہنچی، تو اہلِ عراق پر لعنت بھیجی اور ان کے لئے ہلاکت کی دُعا فرمائی۔

(مجمع الزوائد: ۹/۱۹۴)

امام ابراہیم نخعیؒ نے خوب فرمایا کہ اگر خدانخواستہ میں قاتلانِ حسینؓ میں سے ہوتا اور میری مغفرت کر دی جاتی، نیز میں جنت میں داخل کیا جاتا تب بھی مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کرنے سے شرم محسوس ہوتی۔

(حوالہ سابق:۹/۱۹۵)

حقیقت یہ ہے کہ اہل بیت سے محبت کے بغیر کوئی ایسا شخص رہ ہی نہیں سکتا، جو واقعی مسلمان ہو اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا کوئی درجہ حاصل ہو، صحابہ کرامؓ چونکہ سب سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے اور آپ کی نسبت پر وارفتہ تھے، اس لئے اہل بیت سے ان کو خاص تعلق تھا، بنی اُمیہ کا حکمراں مروان ایک بار حضرت ابوہریرہؓ سے کہنے لگا کہ جب سے ہمیں آپ کی رفاقت حاصل ہوئی ہے، مجھے آپ کی کسی بات سے ناگواری نہیں، سوائے اس سے کہ آپ حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے، ایک جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی، حضرت فاطمہؓ بھی ساتھ تھیں، آپ تیز تیز چل کر وہاں پہنچے اور فرمایا کہ ہمارے بیٹوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یہ پیاسے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشکیزے میں دیکھا تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رفقاءِ سفر سے پانی کے بارے میں فرمایا، تمام ہی لوگ پانی کے برتن کی طرف لپکے؛ لیکن اتفاق کہ کسی کے پاس پانی موجود نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باری باری حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنی زبان مبارک کو چسایا، جب انہیں سکون ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطمینان ہوا، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اسی لئے میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، (طبرانی بسند صحیح، مجمع الزوائد: ۹/۱۸۰) اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ گلشن محمدی کے ان غنچہ ہائے سدا بہار اور گلہائے مشک بار سے کیسی محبت رکھتے تھے کہ ظالم حکمرانوں کا خوف بھی اس کے اظہار میں مانع نہ ہوتا تھا۔

لیکن کیا حضرات حسنین کریمینؓ سے اُمت کی یہ محبت اور دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کا یہ درجۂ و مقام صرف اسی وجہ سے تھا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے تھے؟ یقیناً یہ نسبت بھی اس محبت میں کارفرما ہے؛ لیکن اس سے بڑھ کر حضرات حسنین کریمینؓ کا اُسوہ اور ان کا کردار ہے، جو قیامت تک کے لئے نقشِ لافانی ہے، حضرت ابوبکرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر اقدس پر تھے اور آپ کے پہلو میں حضرت حسنؓ تھے، آپ ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے اور ایک دفعہ حضرت حسنؓ کی طرف اور ارشاد فرماتے: میرا یہ بیٹا سید (سردارِ اُمت) ہے، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔

(بخاری، حدیث نمبر:۲۷۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب خلیفۂ راشد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل شام حضرت معاویہؓ کی کمان میں آگے بڑھے اور ادھر اہل حجاز اور اہل عراق حضرت حسن بن علیؓ کی قیادت میں، عام طور پر صحابہ کرامؓ اور اکابر تابعین حضرت حسنؓ کے ساتھ اور ان کے موقف کے مؤید تھے اور بقول حضرت عمرو بن العاصؓ پہاڑوں کی طرح لشکرِ جرار حضرت حسنؓ کی رکاب میں تھا اور یہ ایسے جاں نثار لوگ تھے، کہ بہ ظاہر ان کا پشت دکھا کر بھاگنا ہرگز متوقع نہیں تھا، بہ ظاہر حضرت حسنؓ کے غالب آنے کی توقع زیادہ تھی؛ لیکن جب حضرت معاویہؓ کی طرف سے صلح کی پیشکش ہوئی، تو حضرت حسنؓ نے اپنے بہت سے رفقاء کی مخالفت؛ بلکہ ایک گونہ طعن و تشنیع کے باوجود اس پر لبیک کہا اور اپنا ہاتھ امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں دیا؛ تاکہ مسلمانوں کی خونریزی نہ ہو اور اسلامی دنیا ایک جھنڈے کے نیچے آجائے، اس طرح وہ پیشین گوئی شرمندۂ تعبیر ہوئی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سلسلہ میں فرمائی تھی، یہ کچھ معمولی قربانی نہیں تھی اور اس قربانی نے اسلام کی تاریخ میں حضرت حسنؓ کو ایسی عظمت عطا کی، کہ اگر وہ پورے عالم اسلام کے متفق علیہ تاج ور بن جاتے، تب بھی شاید ان کو یہ مقام حاصل نہ ہوا ہوتا اور لوگوں کے قلوب پر ان کی حکمرانی قائم نہ ہوئی ہوتی۔

چنانچہ ایک بار پھر پورا عالم اسلام ایک جھنڈے کے نیچے آگیا اور ایشیا، افریقا اور یورپ کے مختلف علاقوں میں مسلمان فاتحانہ پیش قدمی کرنے لگے، اس سے کوئی حقیقت پسند انکار نہیں کرسکتا کہ اس میں بنوامیہ کے تدبر سے زیادہ حضرت حسنؓ کے ایثار کا حصہ ہے!

حضرت حسینؓ کا یزید بن معاویہ کے مقابلہ کھڑا ہونا اس لئے نہیں تھا کہ آپ حکومت کی حرص وطمع رکھتے تھے، حضرت حسنؓ کو خانوادۂ نبوی سے نسبت کا جو شرف حاصل تھا، اس پر ہزار حکومتیں قربان اور نچھاور تھیں؛ بلکہ اصل یہ ہے کہ اسلام جس دور میں آیا، وہ ملوکیت اور خاندانی بادشاہت کا دور تھا، اس وقت کی معلوم دنیا میں جہاں بھی چھوٹی بڑی حکومت تھی، ان کی اساس خاندانی بادشاہت پر تھی، اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح کی، وہیں نظام سیاست کی بھی اصلاح کی اور خلافت کا تصور دیا۔

خلافت میں دو باتیں اہمیت کی حامل ہیں، ایک یہ کہ اس منصب کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے، جو اخلاق وکردار کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کا حامل ہو، دوسرے مسلمانوں کے اربابِ حل وعقد نے اس کا انتخاب کیا ہو، اسی اُصول پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب ہوا، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اکابر صحابہ کے مشورہ سے حضرت عمرؓ کو نامزد فرمایا، حضرت عمرؓ نے چھ رکنی کمیٹی بنادی اور ان حضرات نے عام مسلمانوں سے مشورہ اور باہمی تبادلۂ خیال کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا، پھر حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد اہل مدینہ اور اکابر صحابہ نے بہ اصرار حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت علیؓ سے جن صحابہ کرامؓ کو اختلاف تھا، وہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے بارے میں تھا، ورنہ ان کی لیاقت کے بارے میں کسی کو کلام نہیں تھا اور اس لئے علماء اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ حضرت علیؓ کی شہادت تک وہی خلیفۂ برحق تھے، حضرت حسنؓ نے بھی آپ اپنی خلافت کا اعلان نہیں فرمایا؛ بلکہ اس عہد کے اکابر صحابہ کرامؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس تیس سالہ خلافت راشدہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی، وہ حضرت حسنؓ کے چھ ماہی عہدِ خلافت پر مکمل ہوجاتی ہے۔

یزید کی حکمرانی سے ایک نئے طریقہ کا آغاز ہوا، کہ بعض ایسے لوگ جو اس سلسلہ میں اسلام کے مزاج سے پوری طرح واقف نہیں تھے اور ان کو براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل نہیں تھی، انہوں نے حضرت معاویہؓ کو باور کرایا کہ آئندہ کے لئے یزید کو خلیفہ نامزد کردیا جائے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور اکابر صحابہ کرامؓ جو اس وقت موجود تھے، ان کو حکمرانی کے اس نئے طریقہ سے اس قدر اختلاف تھا، جتنا حضرت حسینؓ کو؛ لیکن بعض صحابہ کرامؓ نے فتنہ کے اندیشہ سے خاموشی اختیار کی اور بعض نے اُمت کو اختلاف سے بچانے کے لئے بہ کراہت خاطر اس تجویز کو قبول کرلیا، اب اگر تمام صحابہ کرامؓ اس صورت حال پر یہی رویہ اختیار کرتے اور کسی کی طرف سے مزاحمت پیش نہ آتی، تو آئندہ یہ بات سمجھی جاتی کہ اسلام میں خلافت علی منہاج النبوۃ کے ساتھ ساتھ عہدِ جاہلیت کی مروجہ ملوکیت کی بھی گنجائش ہے؛ چنانچہ حضرت حسینؓ نے اس کی مزاحمت کو ضروری سمجھا، یہاں تک کہ اپنے رفقاء اور اہل خاندان کے ساتھ نہایت ہی بے دردی سے شہید کردیئے گئے اور قاتلان حسین نے جہاں آخرت میں اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ابدی خسران کو محفوظ کرلیا وہیں دنیا میں بھی قیامت تک کے لئے اہل ایمان کی نگاہ میں ملعون و مغضوب قرار پائے۔

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت حسینؓ کی یہ مہم بہ ظاہر کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکی؛ لیکن حضرت حسینؓ کو معنوی فتح حاصل ہوئی؛ چنانچہ اُمت کے علماء وفقہاء اور اربابِ نظر آج اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام جس نظام حکمرانی کا داعی ہے، وہ خلافت ہے نہ کہ خاندانی بادشاہت، حالانکہ مسلمانوں کی تاریخ کا بڑا حصہ اسی بادشاہت کا ہے؛ لیکن اس کے باوجود آج اسے اسلامی فکر کے خلاف کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اور کیوں اس رویہ کو قبول نہیں کیا گیا؟ یقیناً اس میں بڑا حصہ حضرت حسینؓ اور آپ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی مزاحمت اور اسی راہ میں شہادت کا ہے، ورنہ بعد کے لوگ سمجھتے کہ اس مدت پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہوچکا ہے۔

پس حضرت حسنؓ کا اُسوہ یہ ہے کہ اُمت کو اختلاف وانتشار سے بچانے کے لئے اپنے اقتدار کی قربانی کو گوارا کیا جائے اور ایثار سے کام لیا جائے اور حضرت حسینؓ کا اُسوہ یہ ہے کہ جب دین میں کوئی طاقت کمی بیشی کرنا چاہے اور اسلام کی صحیح تصویر کو مسخ کرنے کے درپے ہو تو چاہے اس کے لئے اپنی رگِ گلو کٹانی پڑے؛ لیکن ہر قیمت اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت کی فکری سرحدوں کی حفاظت کی جائے، آج کے حالات میں یہ دونوں نمونے اُمت کے لئے مشعلِ راہ ہیں، اُمت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے عہدہ وجاہ کا ایثار اور دین کی حفاظت وصیانت کے لئے اپنی جان عزیز تک کی قربانی!!

☆☆ .... ☆☆

صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحَابَة

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

’’جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے؛ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔‘‘ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر) مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

حُصَین بن سلام مدینے کے ایک بڑے یہودی عالم، اَدیان ومِلل میں اختلاف کے باوجود تمام باشندگانِ مدینہ کے نزدیک قابل احترام، لوگوں میں اپنی پرہیزگاری اور صالحیت کی وجہ سے معروف اور اپنی راست روی اور راست گوئی کے سبب اچھی شہرت کے حامل تھے۔ وہ ایک خاموش طبع شخص تھے اور نہایت پُرسکون مطمئن اور سنجیدہ زندگی گزارتے تھے۔ ان کی زندگی نیکیوں میں سرگرم اور لوگوں کی نفع رسانی کے لئے وقف تھی، انہوں نے اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ کلیسا میں وعظ و نصیحت اور عبادت کے لئے، ایک حصہ اپنے باغ میں درختوں کی کاٹ چھانٹ اور ان کی پیوندکاری کے لئے، ایک حصہ توراۃ کے مطالعہ اور تفقہ فی الدین کے لئے، وہ جب بھی توراۃ کا مطالعہ کرنے بیٹھتے تو ان مقامات پر رُک کر دیر تک غور و فکر کرتے جہاں مکہ میں مبعوث ہونے والے اس نبی کی بشارت ہوتی جو انبیاءِ سابقین کے پیغامات کی تکمیل اور ان کے سلسلے کو ختم کرنے والا تھا۔ وہ اس آنے والے نبی کے اوصاف اور اس کی علامات کی چھان بین کرتے اور اس بات پر خوشی سے جھوم اُٹھتے کہ وہ اپنے شہر سے ہجرت کر کے یثرب کو اپنا مستقر بنائے گا۔ وہ توراۃ میں جب بھی ان خبروں کو پڑھتے یا ان کا خیال دل میں گزرتا تو یہی دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عمر کی اتنی مہلت عطا فرمائے کہ وہ اس نبی منتظر کے ظہور کا مشاہدہ کر سکیں۔ اس کی ملاقات کی سعادت سے بہرہ ور ہو سکیں اور اس پر ایمان لانے والوں کے پہلے زُمرے میں شامل ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے حُصَین بن سلام کی اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے ان کی عمر کو نبی رحمت کی بعثت تک دراز کر دیا اور ان کے مقدر میں یہ بات لکھ دی گئی کہ وہ اس کی ملاقات اور صحبت سے بہرہ مند ہوں اور اس حق پر ایمان لائیں جو اس پر نازل کیا گیا تھا۔ ہم یہ بات حُصَین ابن اسلام ہی پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان لانے کا قصہ خود ہی بیان کریں، کیونکہ وہی اس کو زیادہ بہتر انداز میں پیش کر سکتے ہیں:

’’جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی خبر سنی تو ان کے نام ونسب، ان کی صفات اور ان کے زمانۂ ظہور اور مقامِ بعثت کا موازنہ ان باتوں سے کیا جو ہماری کتاب توراۃ میں ان کے متعلق درج تھیں۔ نتیجتاً مجھے ان کی نبوت کا یقین ہو گیا اور ان کی دعوت کی صداقت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی، لیکن اس سلسلے میں کچھ کہنے کے بجائے میں نے اپنی زبان کو سختی کے ساتھ بند رکھا، یہاں تک کہ وہ دن آ گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب آپ نے یثرب پہنچ کر قبا میں قیام فرمایا تو وہاں سے ایک آدمی ہماری طرف آیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا اعلان کر رہا تھا۔ اس وقت میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھا ہوا کچھ کام کر رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث اس کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے یہ خبر سنتے ہی زور زور سے اللہ اکبر.... اللہ اکبر کی صدا بلند کی، پھوپھی نے میری تکبیر کی آواز سن کر کہا:

’’اللہ تجھے نامراد کرے، اگر تو موسیٰ ابن عمران کی آمد کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ کچھ نہ کرتا۔‘‘

میں نے ان سے کہا: ’’پھوپھی جان! خدا کی قسم یہ موسیٰ ابن عمران کے بھائی اور انہیں کے دین پر ہیں، یہ بھی وہی دین لے کر آئے ہیں جس کو وہ لائے تھے۔‘‘

انہوں نے کہا: ’’کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں تم ہمیں بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق اور اپنے رب کے پیغامات کی تکمیل کرنے کے لئے مبعوث ہوں گے؟‘‘

’’ہاں‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’تب ٹھیک ہے۔‘‘ انہوں نے کہا۔

پھر میں کسی تاخیر کے بغیر اسی دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے دروازے پر جمع ہے، میں اس ہجوم میں شامل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچا تو سب سے پہلی بات جو میں نے آپ کی زبانِ مبارک سے سنی وہ یہ تھی:

’’ایھاالناس! افشو السلام، واطعموا الطعام، صلوا باللیل والناس نیام تدخلو الجنۃ بسلام۔‘‘

ترجمہ: ’’لوگو! سلام کو عام کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو، جب کہ لوگ سو رہے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر تجسس بھری نظر ڈالی اور دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ جب میں نے قریب جا کر کلمہ توحید و رسالت کی گواہی دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا:

’’تمہارا کیا نام ہے؟‘‘

’’حُصین بن سلام۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’نہیں! بلکہ تم عبداللہ بن سلام ہو۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

میں نے کہا: ’’ہاں! عبداللہ بن سلام، قسم اُس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ آج کے بعد اس کے سوا میرا کوئی دوسرا نام رہے۔‘‘

پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے واپس جا کر گھر میں اپنے بیوی، بچوں اور دیگر افرادِ خانہ کو اسلام کی دعوت دی اور سب نے اسے قبول کر لیا۔ ان کے ساتھ میری پھوپھی بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئیں جو اس وقت کافی ضعیف العمر تھیں۔ پھر میں نے سب کو تاکید کر دی کہ جب تک میں اجازت نہ دوں، میرے اور اپنے قبولِ اسلام کی خبر کو یہودیوں سے پوشیدہ رکھنا۔ اس کے بعد میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس پہنچ کر ان سے عرض کیا:

’’اے اللہ کے رسول! یہ یہودی بڑے بہتان طراز اور باطل پرست لوگ ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کے سرداروں اور رئیسوں کو اپنے پاس بلائیں اور مجھے اپنے کسی حجرے میں چھپا دیں اور ان سے دریافت فرمائیں کہ ان کے نزدیک میرا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ پھر قبل اس کے کہ ان کو میرے مسلمان ہونے کی خبر معلوم ہو، انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ کیونکہ اگر ان کو اس بات کا علم ہو گیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو وہ میرے اوپر طرح طرح کے عیب لگائیں گے، ہر قسم کی کوتاہیوں کو میری طرف منسوب کریں گے اور الزام تراشی سے کام لیں گے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو ایک حجرے میں چھپانے کے بعد ان کو اپنے پاس بلوایا اور انہیں اسلام قبول کرنے پر ابھارا، ایمان کی رغبت دلائی اور ان تمام باتوں کی یاددہانی کرائی جن کو وہ اپنی کتابوں کے ذریعے جانتے تھے، لیکن انہوں نے آپ کی بات مان کر نہ دی بلکہ الٹا حق کے معاملے میں باطل طریقے سے آپ کے ساتھ جھگڑنے لگے۔ میں حجرے میں بیٹھا ان کی وہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قبولِ اسلام سے مایوس ہو گئے تو آپ نے ان سے پوچھا:

’’حُصین بن سلام کا تمہارے یہاں کیا مقام و مرتبہ ہے؟‘‘

وہ بولے: ’’وہ ہمارے سردار، پیشوا اور عالم ہیں۔ وہ ہمارے سردار، پیشوا اور عالم کے بیٹے ہیں۔‘‘

’’اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تمہارا کیا خیال ہے، تم بھی اس کو قبول کر لو گے؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا۔

’’حاشا و کلّا۔ بھلا وہ کیوں اسلام قبول کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس بات سے پناہ میں رکھے کہ وہ اسلام کو اختیار کریں۔‘‘ انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا۔

ان کی یہ بات سن کر میں حجرے سے باہر نکلا اور ان سے کہا:

”اے گروہِ یہود! اللہ سے ڈرو اور اس حق کو تسلیم کرلو جسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تم ان کے نام اور ان کے اوصاف کو توراۃ میں لکھا ہوا پاتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، میں ان کے اوپر ایمان لاتا ہوں، ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کو خوب اچھی طرح سے پہچانتا ہوں۔“

مگر انہوں نے کہا: ”تم نے جھوٹ کہا، خدا کی قسم! تم ہم میں سب سے زیادہ بُرے، سب سے بُرے آدمی کے بیٹے اور سب سے زیادہ جاہل شخص کے لڑکے ہو۔“ انہوں نے کوئی ایسا عیب نہیں چھوڑا جس کا الزام میرے اوپر نہ لگایا ہو، تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا: ”میں نے آپ سے عرض نہیں کیا تھا کہ یہ یہودی بڑے بہتان طراز، باطل پرست اور غدار و فاجر لوگ ہیں۔“

حضرت عبداللہؓ بن سلام اسلام کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے جیسے کوئی تشنہ لب بڑی بے تابی کے ساتھ چشمۂ آب کی طرف لپکتا ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کو اپنے اوپر اس طرح لازم کرلیا کہ کبھی اس سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے۔ وہ قرآن کے ایسے گرویدہ ہوگئے کہ ان کی زبان ہر وقت اس کی آیات بینات کی تلاوت سے تر رہتی تھی، اور انہوں نے اپنے آپ کو جنت میں لے جانے والے اعمال کے واسطے یُوں وقف کردیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دے دی۔ ایک ایسی بشارت جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مشہور ہوگئی۔ اس بشارت کے پاس منظر میں ایک قصہ ہے جس کو قیس بن عبادہ وغیرہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”ایک دفعہ میں مدینۂ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر ایک علمی مجلس میں شریک تھا۔ اس مجلس میں ایک بزرگ بھی بیٹھے ہوئے تھے جن کو دیکھنے سے روح کو سکون اور قلب کو اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ وہ لوگوں سے نہایت شیریں اور موثر باتیں کررہے تھے۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تو اہل مجلس نے کہا: ”جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو، وہ انہیں دیکھ لے۔“

میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو ان لوگوں نے بتایا کہ یہ عبداللہؓ بن سلام ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ان کی پیچھے پیچھے جاؤں گا۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے چل پڑا، وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شہر کے آخری سِرے پر پہنچ کر اپنے گھر میں داخل ہوگئے۔ میں نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، جو مجھے مل گئی۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا:

”بھتیجے! تمہاری کیا ضرورت ہے؟“

”جب آپ مسجد سے نکلے تو میں نے لوگوں کو آپ کے متعلق یہ کہتے سنا کہ: ”جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ ان کو دیکھ لے۔“ اس لئے میں آپ کے ساتھ آیا ہوں کہ آپ کے حالات سے واقفیت حاصل کروں اور یہ معلوم کرسکوں کہ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ اہلِ جنت میں سے ہیں۔“ میں نے اپنی غرض بتائی۔

”بیٹے! یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جنتی کون ہے؟“ انہوں نے ارشاد فرمایا۔

”ہاں! یہ بات تو صحیح ہے لیکن لوگوں نے جو کچھ کہا، اس کا کوئی سبب تو ضرور ہوگا۔“ میں نے عرض کیا۔

”میں تم کو اس کا سبب بتاتا ہوں۔“ انہوں نے فرمایا۔

”ارشاد فرمائیے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔“ میں نے اپنے شوق کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک کی بات ہے۔“ انہوں نے بیان شروع کیا۔ کہ میں ایک رات کو سویا ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی نے آکر مجھ سے کہا کہ اٹھو! چنانچہ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں بائیں جانب ایک راستہ جارہا تھا۔ جب میں نے اس راستے کی طرف مڑنا چاہا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اسے چھوڑو۔ یہ تمہارے لئے نہیں ہے۔ پھر میں نے آگے دیکھا تو داہنی سمت میں ایک نہایت واضح اور صاف راستہ نظر آیا۔ اس نے مجھ سے کہا: اس راستے سے آگے چلو۔ میں اس راستے پر ہولیا اور آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ایک باغ میں جا پہنچا۔ وہ باغ نہایت وسیع و عریض، سرسبز و شاداب اور دلکش و خوشنما تھا۔ اس میں ہر طرف طائرانِ خوش الحان نغمہ ریز تھے۔ اس باغ کے بیچوں بیچ لوہے کا ایک ستون نصب تھا جس کی جڑ زمین میں پیوست تھی اور اس کا سَر آسمان سے باتیں کررہا تھا۔ اس کے اوپر سونے کا ایک حلقہ تھا۔ اس آدمی نے مجھ سے

کہا کہ اس پر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکوں گا، تب میرے پاس ایک خادم آیا۔ اس نے مجھے اوپر اٹھایا اور میں اس کی مدد سے اس پر چڑھتا ہوا آخری سرے تک پہنچ گیا اور حلقے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور صبح تک اسے پکڑے رہا۔"

سویرے جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا یہ خواب بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو راستہ تم نے بائیں طرف دیکھا تھا، وہ اصحاب الشمال (اہلِ دوزخ) کا راستہ تھا، اور جو راستہ تم کو داہنی جانب نظر آیا تھا وہ اصحاب الیمین (اہلِ جنت) کا راستہ تھا اور وہ باغ جس کی شادابی اور رونق تم کو دلکش معلوم ہوئی، وہ اسلام تھا اور اس کے وسط میں جو ستون تھا وہ دین کا ستون تھا اور اس کے اُوپر جو حلقہ تھا وہ عروۃ وُثقیٰ (مضبوط حلقہ) تھا اور تم اس حلقے کو زندگی کی آخری سانس تک مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو گے۔"

☆☆ .... ☆☆

حضرت اقدس سائیں عبدالصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

صوبۂ سندھ میں مسلمانوں کی کئی درگاہیں اور خانقاہیں ہیں۔ ان میں سے امروٹ شریف سرفہرست ہے، جس کے بانی سرتاج الاولیاء حضرت شاہ محمود امروٹیؒ تھے۔ حضرت امروٹیؒ کے خلفاء میں سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، قدوۃ السالکین حضرت مولانا حماداللہ ہالیجویؒ تھے۔ آپ نے ہالیجی شریف میں قادری راشدی سلسلہ کی خانقاہ قائم کی، جس میں ہروقت اللہ ھو اور حق ھو کی آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ بانیٔ درگاہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت محمود اسعد ہالیجویؒ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ بانیٔ درگاہ اور ان کے جانشین نے ملک کی آزادی کی تحریک اور پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کے استحکام میں تن، من، دھن کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کیا۔ قیامِ پاکستان سے پہلے یہ درگاہیں تحریک آزادی کی چھاؤنیاں تھیں اور جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے آزادیٔ ملک کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور قیام پاکستان کے بعد ملک کی دینی اساس پاکستان کا مطلب کیا: "لا الٰہ الا اللہ، تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد" کی حفاظت کے لئے جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ ان خانقاہوں میں ہالیجی شریف کی خانقاہ سرفہرست ہے۔ خانقاہ کے بانی حضرت حماداللہ ہالیجویؒ جمعیت علماء اسلام کے بھی بانیوں میں سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین حضرت سائیں محمود اسعد ہالیجویؒ بھی جمعیت علماء اسلام کے مرکزی راہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۹۸۰ء تک جمعیت علماء اسلام کے سرپرستوں اور تحریک ختم نبوت کے دعا گوؤں میں رہے۔ ۱۹۸۰ء میں ان کے سانحہ ارتحال کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت سائیں عبدالصمد ہالیجویؒ ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ مؤخر الذکر نے ۱۹۴۳ء میں حضرت سائیں محمود اسعد ہالیجویؒ کے گھر آنکھ کھولی، ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، دو سال مدینۃ العلوم حمادیہ پنوعاقل میں پڑھتے رہے۔ بعد ازاں بدرالعلوم حمادیہ جو آپ کے جدامجد حضرت حماداللہ ہالیجویؒ کی نسبت سے بنایا گیا۔ مولانا عبدالغنی جاجرویؒ رحیم یار خان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ نیز صوبہ سندھ کے نامور مجاہد عالم دین اور شیخ طریقت حضرت سائیں عبدالکریم قریشیؒ بیرشریف والوں سے علوم نبوت کی تحصیل کی۔ دورۂ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۶۸ء میں کیا۔ اس وقت جامعہ اشرفیہ کا طوطی بولتا تھا۔ استاذ الکل حضرت مولانا رسول خانؒ فاضل دیوبند اور تلمیذ انور شاہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور بانیٔ جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ سے علوم حدیث کی تحصیل کی سعادت حاصل کی۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل کے بعد تین سال مدینۃ العلوم پنوعاقل میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء اپنی خانقاہ ہالیجی شریف سے ملحقہ مدرسہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۰ء میں والد محترم حضرت محمود اسعد ہالیجویؒ کی وفات کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے اور ہزاروں افراد کو "اللہ ہو، اللہ ہو" سکھلایا۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۳ء کی ایم آر ڈی کی تحریک بحالیٔ جمہوریت میں بھی پیش پیش رہے۔ ۱۹۸۲ء میں جمعیت علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کے ممبر بنائے گئے۔ ۱۹۸۵ء میں جمعیت علماء اسلام ضلع سکھر کے امیر منتخب ہوئے۔ ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں اپنے حلقے سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا ۱۹۹۳ء میں سکھر سے جمعیت علماء اسلام کی طرف سے الیکشن میں حصہ لیا۔ جمعیت اسلام کے ساتھ ساتھ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات کو بنظر استحسان دیکھتے۔ مجلس پنوعاقل کے کارکن جن میں اکثر آپ کے مرید تھے اور ہیں انہیں بہت ہی عزت سے سرفراز فرماتے۔ مجلس پنوعاقل کے کارکن اور روح رواں عبدالغفار شیخ فرماتے ہیں، جب بھی حضرت والا کی خدمت میں حاضری ہوتی چاہے جم غفیر ہوتا، دیکھ کر فرماتے ختم نبوت زندہ باد اور بلند آواز سے نعرہ لگاتے۔ آخری مرتبہ جب حضرت والا کی خدمت میں حاضری ہوئی تو فرمایا کہ ختم نبوت کا جلسہ ہوتا ہے؟ میں نے (عبدالغفار شیخ) کہا جی ہاں ہوتا ہے۔ فرمایا: مجھے کیوں نہیں بلاتے۔ عرض کی کہ حضرت آپ کی علالت، بیماری اور معذوری کی وجہ سے۔ فرمایا کہ مریض ہوں لیکن زندہ تو ہوں۔ غرضیکہ خدام ختم نبوت سے بہت محبت فرماتے، کافی دنوں سے بستر علالت پر تھے۔ ۱۱ رصفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۹ راگست ۲۰۲۳ء اکیاسی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ نماز جنازہ کی امامت آپ کے پانچویں نمبر پر فرزند ارجمند سائیں عبدالقادر نے پڑھایا اور وہی آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ اللہ پاک حضرت ہالیجویؒ کی خانقاہ کو قیامت تک آباد و شاداب رکھیں۔ آمین ثم آمین۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

ختم نبوت کا اعلان

بیان:.... حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ایک اعلان یہ فرمایا کہ:

”ایھا الناس لا نبی بعدی ولا امة بعدکم فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شھرکم وادوا زکاة اموالکم طیبة بھا انفسکم واطیعوا ولاة امرکم تدخلوا جنة ربکم۔“

(مسند الشامیین، ۵۴۳۔ الآحاد والمثانی، ۲۷۷۹)

ترجمہ: ”اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پس اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز ادا کرو، رمضان کے مہینے کے روزے رکھو، پوری خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو۔ ایسا کرو گے تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

گویا اسلام کا خلاصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان جملوں میں ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا کرو گے تو یہ اعمال تمہارے جنت میں داخلے کا سبب بن جائیں گے۔ اور فرمایا کہ یاد رکھو! میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور تم انبیاء کی امت میں سے آخری امت ہو، تمہارے بعد اب کوئی امت نہیں ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بنیادی عقیدہ قرار دیا۔ عقیدۂ ختم نبوت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی پر نئی وحی، نئی نبوت نہیں آئے گی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی یہ اعلان فرمایا گیا اور دیگر بہت سے ارشادات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی کہ میرے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اور تکمیل دین کا معنی ہی یہ ہے، فرمایا: ”الیوم اکملت لکم دینکم“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور تمہارے لیے نعمت تمام کر دی۔ اس کے بعد اب کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی، اور وہی وحی قیامت تک حجت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مثال سے اس کو واضح فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اور میری مثال ایسے ہے جیسے ایک عمارت بن رہی ہے، ایک ایک اینٹ رکھی جا رہی ہے، اور عمارت مکمل ہوگئی ہے، لیکن آخر میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے۔ فرمایا کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں: ”فانا اللبنة وانا خاتم النبیین“ (بخاری، رقم ۳۲۷۱)۔ گویا جس اینٹ کے ساتھ نبوت کی عمارت مکمل ہوئی ہے، وہ آخری اینٹ میں ہوں، میرے بعد اب اس میں کسی نئی اینٹ کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا اس پر مستقل رسالہ ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیدہ ختم نبوت کا جن ارشادات میں ذکر کیا ہے وہ روایات انہوں نے اس رسالہ میں جمع کی ہیں اور مجموعی طور پر یہ ایک سو سے زیادہ روایات ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری نبی ہونے کا اور اس عقیدہ کا ذکر فرمایا کہ میرے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

آپ حضرات اس حوالہ سے اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ کر لیں کہ کہیں تھوڑا سا اشتباہ بھی اگر ہوا، کہیں ابہام پیدا ہونے کا کوئی امکان ظاہر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً وہاں وضاحت کی۔ بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام حکم دیا کہ میرے ساتھ چلو اور نہ جانے والوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن اس موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ آپ پیچھے رہیں گے۔ حضرت علیؓ پریشان ہوئے کہ عرب کی حدود سے باہر یہ پہلا معرکہ ہے اور میں اس میں شریک نہیں ہوں گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے زیادہ دیر باہر رہنا ہے اور پیچھے کے معاملات ایسے ہیں کہ میرے گھر کا کوئی آدمی معاملات سنبھالنے کے لیے یہاں رہنا چاہیے۔ ویسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کا امیر عبد اللہ بن عمرو بن اُم مکتوم کو بنایا تھا۔ اس غزوہ میں ایک مہینہ جانے میں لگا، ایک مہینہ وہاں رہے اور ایک مہینہ واپسی میں لگا۔ حضرت علیؓ درخواست کر رہے تھے کہ یا رسول اللہ! خود آپ جہاد پر جا رہے ہیں اور مجھے بچوں میں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جملہ فرمایا کہ: ”اما ترضی أن تکون منّی بمنزلة ھارون من موسیٰ۔“

ترجمہ: ”کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میرا اور تیرا وہی تعلق ہو جو موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کا تھا؟“

حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بھائی تھے۔ موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر جاتے تھے تو پیچھے اپنا قائم مقام ہارون علیہ السلام کو بنا کر جاتے تھے۔ اب یہاں سے ایک ہلکا سا خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام تو پیغمبر تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ساتھ ہی کہہ دیا کہ:

”الا انہ لیس نبی بعدی۔“ (بخاری: ۴۰۶۴)

”لیکن میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیا کہ نبوت نہیں ملے گی بھئی، نبوت میرے بعد کوئی نہیں ہے۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اس مسئلے کی حساسیت دیکھیے، ذرا سا شبہ آیا ذہن میں کہ ہارون علیہ السلام تو پیغمبر تھے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؓ کو ہارونؑ سے تشبیہ دے رہے ہیں، تو شبہ دور کرنے کے لیے ساتھ ہی وضاحت فرما دی۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو ایک اور انداز سے تعبیر کیا۔ ایک موقع پر ہاتھ کی دو انگلیوں کو جوڑتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ: ”بعثت انا والساعة کھاتین۔“ (بخاری: ۶۰۲۳)

ترجمہ: ”میں اور قیامت یوں (ان انگلیوں کی طرح) ہیں۔“

یعنی درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں میرے بعد بس قیامت ہے۔ میرا دور جب ختم ہوگا تو کسی اور کا دور اب نہیں آئے گا بس قیامت آئے گی۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی ہوں اور آخری نبی میں ہوں اور اس کے بعد قیامت ہے، درمیان میں کوئی اور نبی نہیں۔ آج کل کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ End of the history ہم ہیں، ہم پر تہذیب مکمل ہو رہی ہے اور ہم آخری دور ہیں۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ نہیں بھئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ End of the history میں ہوں، تاریخ کا آخری مرحلہ اور آخری دور میں ہوں۔ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں عرض کیا کرتا ہوں کہ مغرب کا آخری تہذیب ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں ہے بلکہ آخری تہذیب ہم ہیں۔

دین کی تکمیل کا اعلان:

بخاری شریف (رقم: ۴۲۴۰) کی روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ سے ان کے دورِ خلافت میں ایک یہودی عالم نے کہا: یا حضرت! آپ کے قرآن میں ایک آیت ایسی ہے کہ وہ آیت اگر ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو عید بنا لیتے۔ ہم اس پر باقاعدہ ڈے مناتے کہ فلاں دن یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سی آیت؟ اس نے کہا: ”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔“ (المائدہ۵، آیت:۳)

ترجمہ: ”آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔“

تکمیل کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے وحی کا نزول شروع ہوا تھا اور اس کے بعد مختلف پیغمبروں کے ذریعے ہدایات و احکام نازل ہوتے رہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک وحی کا یہ سلسلہ چلتا رہا، احکام آتے بھی رہے، منسوخ بھی ہوتے رہے اور ان میں ترامیم بھی ہوتی رہیں۔ یہ ایک ارتقا کا اور تدریج کا عمل تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی کا کام مکمل کر دیا۔ اب قیامت تک کوئی وحی نہیں ہوگی اور نہ احکام میں رد و بدل ہوگا اور نہ ہی کوئی نیا حکم آئے گا۔ چنانچہ تکمیل کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ وحی جو آدم علیہ السلام پر نازل ہونا شروع ہوئی تھی، وہ تدریج اور ارتقا کے مراحل طے کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ہوئی ہے۔

جب غلبۂ دین مکمل ہوا تو حجۃ الوداع اس کا سب سے بڑا مظہر تھا کہ اتنی شان و شوکت اس سے پہلے مسلمانوں کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اعلان فرمایا کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور میں تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔ آج کے بعد میں کسی انسان سے اسلام ہی کا دین قبول کروں گا اور کوئی دین قبول نہیں کروں گا۔ تو اس یہودی عالم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یا امیر المؤمنین! یہ آیت اگر ہم پر تورات میں نازل ہوئی ہوتی تو ہم آیت کے نزول والے دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قدرت ہے کہ ہم پر یہ آیت نازل ہی عید والے دن ہوئی ہے۔ تم تو اس کے نزول کے دن کو خود عید بناتے۔ فرمایا یوم النحر کو منیٰ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی اور میں اس موقع پر موجود تھا۔ یوم النحر یعنی عید الاضحیٰ اور قربانی کا دن۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہماری تو دو عیدیں تھیں کہ سالانہ عید بھی تھی اور ہفتہ وار عید بھی تھی، یعنی وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔

آنحضرت ﷺ کا صحابہؓ سے شہادت لینا:

حجۃ الوداع کے موقع پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

’’وانتم تسالون عنی فما انتم قائلون؟ قالوا نشھد انک قد بلغت وادیت ونصحت فقال باصبعہ السبابۃ یرفعھا الی السماء وینکتھا الی الناس اللّٰھم اشھد اللّٰھم اشھد ثلاث مرات۔‘‘(مسلم:۷؍۲۱۳)

ترجمہ:’’تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا، پس تم کیا کہو گے؟ لوگوں نے کہا، ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا اور پوری خیر خواہی کے ساتھ ذمہ داری ادا کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اس کے ساتھ لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا: اے اللہ، گواہ رہنا۔ اے اللہ گواہ رہنا۔ اے اللہ گواہ رہنا۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سوال خود تم سے تمہارے بارے میں بھی پوچھا جائے گا:’’وستلقون ربکم فیسالکم عن اعمالکم۔‘‘(بخاری:۴۰۵۴)

ترجمہ:’’اور جلد ہی تمھاری اپنے رب سے ملاقات ہوگی اور وہ تم سے تمھارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔‘‘

اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا کہ تم کیا کر کے آئے ہو؟ پیغمبر نے کیا کیا تھا یہ بھی سوال ہوگا اور تم امتی کیا کر کے آئے ہو، دنیا میں یہ بھی پوچھا جائے گا۔ اور امتی سے تو یہ سوال مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جائے گا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان اللہ کے دربار میں پیش ہوگا، اس وقت تک قدم آگے نہیں اٹھا سکے گا جب تک ان سوالوں کا جواب نہیں دے گا عن عمرہ فیم افناھکہ میں نے تمہیں عمر دی تھی، ساٹھ، ستر، پچھتر سال کی زندگی دی تھی، کیا کیا اس کا؟ وعن شبابہ فیم ابلاہ میں نے تمہیں جوانی دی تھی، جوانی کی صلاحیتیں کدھر خرچ کیں؟ ومالہ من این اکتسبہ وفیم انفقہ اور میں نے تمہیں مال دیا تھا، رزق دیا تھا، وہ کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ وما ذا عمل فی ما علم اور جتنا علم اس کو حاصل تھا، اس پر کتنا عمل کیا؟ (ترمذی: رقم ۲۳۴۰)

کائنات کی ہر چیز ٹل سکتی ہے لیکن رب کا سامنا نہیں ٹل سکتا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو کوئی جھٹلائے تب سامنا ہوگا اور نہ مانے تب سامنا ہوگا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت فرما رہے ہیں کہ قیامت کے روز تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا، اپنے اعمال کو سیدھا رکھو تا کہ کل اللہ کا سامنا کر سکو، سوال کا جواب دے سکو اور تمہاری پیشی صحیح ہو۔

دین کی بات دوسروں تک پہنچانا:

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہدایات دی ہیں، ہمیں اپنی معاشرتی، انفرادی، اجتماعی زندگیاں گزارنے کے اصول بتائے ہیں، طریقے سمجھائے ہیں، سلیقے سکھائے ہیں۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بات یہ بتائی کہ میں جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں، یہ تم تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ انہیں ان لوگوں تک پہنچاؤ جو یہاں نہیں ہیں۔

’’الا لیبلغ الشاھد الغائب فلعل بعض من یبلغہ ان یکون اوعی لہ من بعض من سمعہ۔‘‘(بخاری:۴۰۵۴)

ترجمہ:’’سنو، جو موجود ہیں، وہ یہ باتیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جن کو یہ باتیں پہنچیں، ان میں سے کچھ ان کی بہ نسبت ان کو زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والوں ہوں جنہوں نے براہ راست مجھ سے سنی ہیں۔‘‘

اور حجۃ الوداع ہی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:’’ایھا الناس انی واللہ لا ادری لعلی لا القاکم بعد یومی ھذا بمکانی ھذا فرحم اللہ من سمع مقالتی الیوم فوعاھا فرب حامل فقہ ولا فقہ لہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ۔‘‘(دارمی:۲۲۹۔ مسند ابی یعلیٰ: ۷۴۱۳۔ مستدرک حاکم: ۲۹۴)

ترجمہ:’’اے لوگو! بخدا مجھے معلوم نہیں کہ آج کے بعد میں اس جگہ تم سے مل سکوں گا یا نہیں۔ پس اللہ اس شخص پر رحمت کرے جس نے آج کے دن میری باتیں سنیں اور انہیں یاد کیا، کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں سمجھ داری کی باتیں یاد ہوتی ہیں لیکن انہیں ان کی سمجھ حاصل نہیں ہوتی۔ اور بہت سے لوگ سمجھ داری کی باتوں کو یاد کر کے ایسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔‘‘

چنانچہ اسلام دعوت اور اجتماعیت کا دین ہے، اسے دوسروں تک پہنچانا ہر مسلمان کے ذمے ہے۔ دین کی کوئی بات علم اور سمجھ میں آئے اسے آگے پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے، خود عمل کر کے مطمئن ہو جانا کافی نہیں ہے۔ اور اس کا سب سے پہلا اور بنیادی دائرہ گھر کا ہے۔

قرآن کریم نے اس کا پہلا دائرہ یہ بیان فرمایا کہ:’’یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ

وَالْحِجَارَۃُ۔‘‘ (تحریم۶۶،آیت:۶)

ترجمہ:’’اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔‘‘

انسانی زندگی میں حادثات پیش آتے ہیں۔ کسی مکان میں آگ لگ جائے اور گھر کا مالک موجود ہو، کیا وہ چھلانگ لگا کر باہر چلا جائے گا کہ جی میں تو بچ گیا ہوں باقی جائیں اور ان کا کام جانے؟ نہیں بلکہ وہ اپنی جان خطرے میں ڈالے گا اور گھر کے دوسرے افراد کو نکالنے کی کوشش کرے گا۔ جب تک وہ گھر کے سارے افراد کو آگ سے نکال کر باہر نہیں لے جائے گا، اس کا دل مطمئن نہیں ہوگا۔ اسی لیے قرآن کریم نے آگ کی مثال دی ہے کہ دنیا میں اگر آگ سے سابقہ پیش آجائے تو انسان خود بچ کر خوش اور مطمئن نہیں ہوجاتا کہ میں تو بچ گیا ہوں۔ قرآن کریم نے کہا کہ جس طرح دنیا کی آگ سے گھر والوں کو بچاتے ہو اسی طرح آخرت کی آگ سے بھی انہیں بچاؤ۔ اس آگ کا تو ایندھن ہی انسان اور پتھر ہوں گے۔ خیر خواہی کے درجات اس طرح ہیں کہ سب سے پہلے گھر کے افراد، پھر محلہ، پھر برادری، پھر سوسائٹی، پھر شہر، پھر قوم، پھر ملک اور پھر دنیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو باتیں میں تم سے کہہ رہا ہوں انہیں اپنے آپ تک محدود نہ رکھنا بلکہ انہیں دنیا تک پہنچاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تو یہ فریضہ بتلایا اور پھر اس کی حکمت بھی بیان کی جس کا مشاہدہ ہم پچھلے چودہ سو سال کے عرصہ میں کرتے آئے ہیں۔ فرمایا کہ بسا اوقات ایک آدمی کوئی بات سنتا ہے اور اسے آگے کسی اور تک پہنچا دیتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ سننے والا اس بات پہنچانے والے سے زیادہ سمجھدار ہو اور اس بات سے زیادہ فائدہ اٹھائے۔ جس تک بات پہنچائی گئی ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زیادہ عقل دے رکھی ہو۔ پہلا آدمی گویا پائپ لائن کا کام دے رہا ہے۔ فرمایا: ورب حامل فقه ليس بفقيه (ابوداؤد:۳۶۶۰) بسا اوقات ایک بات سن کر آگے پہنچانے والا بات کو پوری طرح نہیں سمجھ پاتا لیکن پہنچانے کا فریضہ اگر انجام دے گا تو کسی ایسے آدمی تک پہنچا دے گا جو اس سے بہت فائدے اٹھائے گا۔ اور تاریخ اسلام میں ایسا ہوا۔ حدیث کے راویوں اور حدیث کے بیان کرنے والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو نقل کیا، اوروں تک پہنچایا، اور پھر آگے امت کے فقہا نے ان ارشادات پر محنت کی، ان پر کام کیا، ان میں سے مسائل مستنبط کیے، ان میں سے نتیجے نکالے، رہنمائی کے اصول اخذ کیے، اور یوں دین کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کردی۔ اہل علم اور اہل دانش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور دنیا کو بھی فائدہ پہنچایا۔

محدثین کا کام ہے حدیث بیان کرنا۔ فقہا کا کام ہے اس میں سے مسئلے نکالنا۔ ایک نے روایت بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ دوسرے نے اس کا تجزیہ کیا اور اس میں سے مسائل نکالے۔ علماء بتاتے ہیں کہ ایک ایک حدیث سے فقہا نے بیس بیس مسائل مستنبط کیے۔ بریرہؓ کے آزاد ہونے کے بارے میں جس روایت کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ فقہا نے اس سے ایک سو سے زیادہ مسائل نکالے ہیں۔ واقعہ ایک ہے لیکن اس میں سے وضع کیے جانے والے قوانین اور مسائل سو سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ روایت کرنے والے نے تو بات آگے پہنچا دی، اور آگے فقہاء کو اللہ رب العزت نے اس عقل، دانش اور حکمت سے نوازا کہ انہوں نے اس بات کو زیادہ سمجھا، خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسرے لوگوں تک بھی اس کا فائدہ پہنچایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ سے سنتے ہو، اسے اپنے تک محدود نہ رکھو بلکہ آگے اور لوگوں تک پہنچاؤ۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ دین کی بات عام ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے تم سے وہ بات سننے والا تم سے زیادہ سمجھدار ہو۔ یہ بات پہنچانا، دعوت دینا اور دین کا مسئلہ لوگوں میں عام کرنا، یہ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریوں میں سے ہے۔

انسانی حقوق کا پہلا عالمی منشور:

آج دنیا میں انسان کی معاشرتی ذمہ داریوں اور حقوق کے حوالہ سے اقوام متحدہ کا ہیومن رائٹس چارٹر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ وہ سیاسی طور پر ایک بڑے سمبل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور بعض حوالوں سے وہ سمبل ہے بھی۔ جبکہ بہت سے حوالوں سے یہ اسلامی تعلیمات سے ٹکراتا بھی ہے۔ لیکن اگر ہم اس ارتقا کو دیکھیں جو چودہ سو سال میں ہوا ہے، جو دنیا کو ان اصولوں پر لایا ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کی رہنمائی کے یہ اصول چودہ سو سال پہلے ہمیں بڑی وضاحت کے ساتھ عطا فرمائے تھے۔ اور یہ اصول انسانی برادری کے حوالے سے تھے کسی علاقائی یا نسلی حوالے سے نہیں تھے۔ آج لوگ گلوبلائزیشن اور انٹرنیشنلزم کا نعرہ لگاتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ نسل، رنگ، وطن اور قومیت سے بالاتر

ہو کر سب سے پہلے جس شخصیت نے دنیا کو خطاب کیا ہے اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سب سے پہلی دعوت دی تو یہ کہہ کر مخاطب ہوئے: ''یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔'' (مسند احمد: رقم ۱۵۴۴۸)

ترجمہ: ''اے لوگو! کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

تب آپ کے مخاطب عرب اور مکی تھے اور یہ بالکل ابتدائی دعوت تھی کہ ابھی دو چار لوگ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ عرب کا ٹائٹل اختیار کیا، نہ قریش کا، نہ علاقے کا، بلکہ کہا: ایھا الناس۔ اس لیے میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ دنیا میں سب سے پہلے گلوبلائزیشن کی بات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوم، رنگ، نسل اور جغرافیہ سے بالاتر ہو کر نسل انسانی کو مخاطب کیا۔ اور صرف مخاطب ہی نہیں کیا بلکہ اس کے اصول بتائے ہیں، اس کے ضوابط بتائے ہیں، اخلاقیات بتائی ہیں، اور پھر عملی طور پر ایک سوسائٹی بنا کر دکھائی ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطبۂ مبارکہ بین الاقوامیت کا پہلا اور سب سے جامع منشور تھا۔ آج بھی ہمارے لیے اور دنیائے انسانیت کے لیے یہی رہنما منشور ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ہم اس کو پیش کرنے کے قابل ہو جائیں۔ میں بڑی سخت بات کہہ رہا ہوں۔ ایک یہ ہے کہ شائع کر کے دنیا تک پہنچا دینا، اور ایک یہ ہے کہ ہم عملی طور پر اس کا نمونہ پیش کر سکیں، حوالہ پیش کر سکیں، لوگ ہمیں دیکھ کر سمجھیں کہ یہ لوگ اس منشور پر عمل کرنے والے لوگ ہیں تو پھر آج بھی یہ منشور دنیا کے لیے ہدایت اور امن کا پیغام ہے۔ لیکن یہ موقوف اس پر ہے کہ کس دن ہم اپنے قول، عمل اور کردار کے حوالے سے دنیا کو دعوت دینے کی پوزیشن میں آتے ہیں۔

حضرات محترم! جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو ارشادات فرمائے، ان کے کچھ اہم حصے کسی خاص ترتیب کے بغیر چار پانچ مجالس میں آپ کے سامنے عرض کیے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بھر کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معاف فرماتے ہوئے ہمیں قرآن کریم اور سنت رسول پر صحیح طور پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔

☆☆ .... ☆☆

حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی
0321-7545119
0345-7545119
ہر قسم کی رقم پہلے بھیجیں۔ مس کال نہیں کال کیجئے
یو بی ایل مکمل کرنٹ اکاؤنٹ نمبر
0341232584961
جاز کیش اکاؤنٹ نمبر
0321-7545119
لاہور اوکاڑہ روڈ حبیب آباد ضلع قصور

مخلصانہ مشورہ

نیم حکیموں سے علاج کرانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔
ہمیشہ مستند اور تجربہ کار معالج سے علاج کروائیں۔ بفضل تعالیٰ 80 سال عمر اور 40 سالہ طبی تجربہ ہے
فاضل الطب والجراحت اور مستند پنجاب فارمیسی کونسل ہوں۔ پنجاب ہیلتھ کیئر سے رجسٹرڈ اور لائسنس یافتہ ہوں
طبیہ کالج کا سابقہ لیکچرار-3 ایوارڈ اور ایک تعریفی سند لے چکا ہوں۔ متحدہ طبی محاذ کا سرپرست اعلیٰ ہوں۔
میری کتاب نظریہ مفرد اعضاء مبلغ 800 روپے میں خرید کر علاج بالتدبیر اور علاج بالغذاء خود کریں
طویل تجربہ کے بعد مندرجہ ذیل کورسز تیار کیئے ہیں۔ ان میں کوئی نشہ آور۔ زہریلی اور ایلوپیتھک دوائی شامل نہیں ہے
جس لیبارٹری سے چاہیں چیک کروالیں

نسیان	دمہ	دل کے وال بند ہونا	بھوک بند ہونا	گیس	نقرس	السر	سلسل البول	بے اولادی	مہروں کا خلاء	چھوٹا قد	ٹینشن	طلاء محرک	بلڈ پریشر	جسمانی کمزوری	تھیلاسیمیا
مرگی	تپ دق	دل گھبرانا	دائمی قبض	پتھری گردہ	عرق النساء	شوگر	بول بستری	بندش ٹیوبز	اولاد نرینہ	الرجی	طلاء مسمن	تلخ جنون	ہیپاٹائٹس	کمی سپرم	ہیموفیلیا
بند نزلہ	ٹی بی	سانس پھولنا	سوزاک	وجع المفاصل	کمر درد	برص	بال گرنا	اسقاط	سوکڑا	قطرے آنا	طلاء ملذذ	خاموش جنون	اماس	کمی انتشار	عنانت
کیرا	دل کا دورہ	ناک کی ہڈی بڑھ جانا	بواسیر	تحجر المفاصل	تشنج وکزاز	رسولیاں	بال سفید ہونا	ہسٹریا	دبلاپن	پس سیل	طلاء ممسک	فالج	استسقاء	بچی لاغری کوتاہی	ایزوسپرمیا
لکنت	دل میں سوراخ	تریاق نشہ	بھگندر	گینٹھیا	ایڑی کا درد	تقطیر البول	اٹھرا	کمی خون	موٹاپا	کٹرل پڑنا	طلاء مطول	اعضاء کا سن ہونا	اعصابی کمزوری	لیوکیمیا	سدا جوانی

علامہ اقبالؒ اور مسئلہ قادیانیت

محمد عرفان ندیم

"دی اسٹیٹس مین" کلکتہ سے شائع ہونے والا ہندوستانی اخبار ہے۔ برطانوی اخبار نویس رابرٹ نائیٹ نے ۱۸۷۵ء میں شروع کیا اور یہ اب تک مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ رابرٹ نائیٹ نے ۱۸۷۲ء میں سوچا کہ ہندوستان میں ایک معیاری انگلش اخبار ہونا چاہئے، اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ وہ اکیلا یہ اخبار جاری کرتا۔ اس نے کلکتہ کے چوبیس تاجروں کو راضی کیا، ان سے فنڈز لئے اور "دی اسٹیٹس مین" جاری کر دیا۔ "دی اسٹیٹس مین" بیسویں صدی میں ہندوستان کا اہم اخبار تھا۔ سیاسی لیڈر، بیوروکریسی، برطانوی باشندے، اساتذہ، طلبا اور ہندوستان کی ایلیٹ کلاس میں یہ مقبول تھا۔ جناح، نہرو، گاندھی اور اقبال جیسے سیاسی زعماء بھی اس اخبار کا مطالعہ کرتے تھے۔ بیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں ہندوستان میں قادیانیت کا مسئلہ شروع ہوا تو مختلف اطراف سے دی اسٹیٹس مین میں تحریریں شائع ہونے لگیں۔ علامہ اقبال ان دنوں علیل تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے ۱۴؍مئی ۱۹۳۵ء کو اس اخبار میں ایک آرٹیکل لکھا۔ اس آرٹیکل میں انہوں نے بغیر کسی لگی لپٹی کے قادیانیوں کے عقائد، امت مسلمہ کے اجتماعی موقف سے انحراف، قادیانیوں کو حاصل حکومت برطانیہ کی سرپرستی اور مسلمانوں کی اجتماعیت کو نقصان پہنچانے کے باوجود مسلمانوں کو صبر و برداشت کی تلقین جیسے موضوعات کا احاطہ کیا۔ ذیل میں اس آرٹیکل کے اہم مندرجات پیش کئے جا رہے ہیں۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان تنازع کی اہمیت کے پیش نظر میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس تنازع کے سیاسی و سماجی اثرات کے حوالے سے حکومتِ برطانیہ کو خط لکھوں گا، مگر میری صحت نے اجازت نہیں دی۔ مجھے اندازہ ہے کہ میں ایک ایسے موضوع پر بات کر رہا ہوں جس نے مجموعی طور پر انڈین مسلمانوں کی زندگی پر اثرات مرتب کئے ہیں۔ میں یہاں کسی قسم کی مذہبی بحث نہیں کروں گا، نہ ہی قادیانی تحریک کے بانی کی نفسیاتی حالت کا تجزیہ کروں گا۔ میں صرف تاریخ اور تقابل ادیان کے طالب علم کی حیثیت سے اپنا نکتہ نظر پیش کروں گا۔

کوئی ایسا مذہبی گروہ جو اسلام کی اساس پر قائم ہونے کا دعویدار ہو، اپنی بنیاد کے لئے نئے پیغمبر کا دعویٰ کرتا ہو اور خود کو تسلیم نہ کرنے والے ہر مسلمان کو کافر سمجھتا ہو، ایک عام مسلمان کا اُس کو اپنے لئے سنجیدہ خطرہ سمجھنا قرین قیاس اور لازم ہے

ہندوستان ایک تکثیری سماج ہے۔

اسلام اُن مذاہب کی نسبت جو رنگ اور نسل کی بنیاد پر پروان چڑھتے ہیں، خالص مذہبی بنیادوں پر قائم ہے۔ اسلام نے نسل پرستی کو مسترد کر کے صرف مذہبی نظریات کی اساس پر اپنی عمارت قائم کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے روحانی رشتے کی مضبوطی خونی رشتوں سے کہیں بڑھ کر ہے اور مسلمان ان عوامل اور قوتوں کے بارے میں بہت حساس ہیں جو اُن کی روحانی وحدت کو نقصان پہنچاتے اور اُن کے داخلی استحکام کے لئے نقصان دہ ہیں۔ کوئی ایسا مذہبی گروہ جو اسلام کی اساس پر قائم ہونے کا دعویدار ہو، اپنی بنیاد کے لئے نئے پیغمبر کا دعویٰ کرتا ہو اور خود کو تسلیم نہ کرنے والے ہر مسلمان کو کافر سمجھتا ہو، ایک عام مسلمان کا اُس کو اپنے لئے سنجیدہ خطرہ سمجھنا قرین قیاس اور لازم ہے کیونکہ مسلمانوں کا داخلی استحکام ختم نبوت کے تصور پر ہی قائم ہے۔ ختم نبوت کے تصور کی اہمیت کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے جنہوں نے

اسلام سے قبل مغربی اور وسطی ایشیا میں میجین تہذیب کو پڑھا ہو۔ جدید تحقیق کے مطابق میجین کلچر زرتشت، یہودیت، عیسائیت، کلڈین اور سبائی مذاہب پر مشتمل تھا۔ اس مذہب میں نبوت کا تسلسل اہم عقیدہ تھا اور وہ لوگ مستقل کسی پیغمبر کے انتظار میں رہتے تھے اور وہ اس حالتِ انتظار کو انجوائے کرتے تھے۔ میجین تہذیب کے اس عقیدہ رسالت کا نتیجہ یہ نکلا کہ قدیم مذہبی گروہ مستقل طور پر نئے مذہبی گروہوں میں ارتقاء پذیر ہوتے رہے اور میجین تہذیب مذہبی طور پر کبھی مستحکم نہیں ہو پائی۔

آج اسلام میں بھی کچھ مذہبی گروہ اسی قدیم میجین تہذیب کی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں، لیکن اسلام جو تمام اقوام عالم کو ایک لڑی میں پرونے کا مدعی ہے ایک ایسی تحریک کے ساتھ کیسے مصالحت کرسکتا ہے جو اُس کے اپنے وجود میں دراڑ پیدا کر دے۔ مسلم ایران میں قدیم میجین تہذیب کے زیرِ اثر جب عقیدے سے انحراف کی تحریک شروع ہوئی تو ''بروز، حلول اور ظل'' جیسے الفاظ وضع کئے گئے تاکہ مسلمانوں کے لئے اس شدت کو شعوری طور پر کم کیا جاسکے۔ ہمیں قدیم اسلامی لٹریچر میں ''مسیح موعودؑ'' کی اصطلاح بھی نہیں ملتی اور یہ اصطلاح بھی بہت بعد میں وضع کی گئی۔ اسلام کے ابتدائی ادوار میں یہ اصطلاح اس لئے استعمال نہیں کی گئی کہ اس کا اطلاق غلط نتائج پر منتج ہوسکتا تھا۔ سوشیالوجی کے جدید ماہرین کے لئے قادیانی تحریک کے خلاف ہندوستانی مسلمانوں کا شدید ردِعمل قابل فہم ہونا چاہئے۔ ایک عام مسلمان قادیانیت کے خلاف جس ردِعمل کا اظہار کررہا ہے وہ اس کے عقیدے اور اپنی ملت کے تحفظ کی جبلت کا حصہ ہے۔ بعض نام نہاد روشن خیال مسلمان ختم نبوت کی ثقافتی اہمیت کو سمجھے بغیر غیر شعوری مغربیت کے زیر اثر اپنی ملت کے تحفظ کے احساس سے بھی محروم ہوچکے ہیں۔

ایسے نام نہاد روشن خیال مسلمان اپنے ہم عقیدہ مسلمانوں کو ''برداشت'' کی تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں۔ ہندوستان جیسے تکثیری سماج میں مستقبل میں مختلف مذہبی گروہوں کی بقا، ان کے داخلی استحکام میں مضمر ہے۔ ہندوستان کے مغربی حکمرانوں نے بظاہر مذہبی عدم مداخلت کی پالیسی اپنائی ہے، لیکن بدقسمتی سے اس لبرل پالیسی نے ہندوستان جیسے ملک میں غلط نتائج پیش کئے ہیں۔ بلامبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود اس سے کم محفوظ ہے جتنا حضرت مسیح علیہ السلام کے دور میں رومی سلطنت میں یہودیت کا وجود محفوظ تھا۔ یہاں کوئی بھی مذہبی راہنما کسی بھی وقت نہ صرف نیا مذہبی فرقہ قائم کرسکتا ہے، بلکہ بشرط وفاداری اسے مکمل ریاستی تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا کہ اس مذہب کے اکثریتی گروہ کے داخلی استحکام پر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس صورتحال کو اکبر الٰہ آبادی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ آپ حکومت و ریاست کی تعریف میں رطب اللسان رہیں، پھر آپ خدائی کا دعویٰ بھی کریں آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ میں راسخ العقیدہ ہندوؤں کو داد دیتا ہوں جنہوں نے نئی مذہبی اصلاحات میں مذہبی تحفظ کا مطالبہ کیا ہے۔ مسلمان یہی مطالبہ ہندوؤں سے بہت پہلے کرچکے ہیں۔

حکومت کو چاہئے کہ قادیانیت کے مسئلے میں ایک عام مسلمان کے ان خدشات کو سمجھے، جو ان کے داخلی استحکام کا معاملہ ہے۔ ظاہر ہے جب کسی مذہبی گروہ کے داخلی استحکام پر بات آئے گی تو وہ عدم استحکام میں مبتلا کرنے والی قوتوں کے خلاف کھڑا ہو جائے گا۔ کسی مذہبی آدمی کی اکثریتی گروہ کے متعلق متنازع تحریروں اور تقریروں کو جواز بخشنا اور اکثریتی گروہ کو صبر اور برداشت کی تلقین کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ کسی اقلیتی گروہ کو اکثریتی گروہ سے بغاوت کی اجازت دینا اور اکثریتی گروہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنی اجتماعی زندگی کو تباہ کرنے والی قوتوں کو آرام سے برداشت کرلے کیسے ممکن ہے۔''

یہ اس آرٹیکل کے اہم مندرجات ہیں اور انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آج سے تقریباً ایک صدی قبل علامہ اقبالؒ نے کتنے مدلل انداز میں قادیانیت کے مسئلے کو ایڈریس کیا تھا۔ کچھ نام نہاد مذہبی اسکالر آج بھی یکطرفہ صبر و اعراض کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں، یہ جانے بغیر کہ یہ فرقہ آج بھی بھرپور منصوبہ بندی کے ساتھ اپنی دعوت پھیلانے میں مگن ہے اور انہیں حسب معمول مغربی آقاؤں کی تائید و توثیق حاصل ہے۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۱۳/نومبر ۲۰۲۳ء)

سانگھڑ (قاری عبداللہ فیض) عالمی مجلس

خبروں پر ایک نظر

ختم نبوت کانفرنس، سانگھڑ

تحفظ ختم نبوت ضلع سانگھڑ کے زیر اہتمام بروز اتوار جامع مسجد بلال ہاؤسنگ سوسائٹی میں ایک عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس بعد نمازِ عشاء تا رات گئے جاری رہی۔ کانفرنس کے جملہ امور کی نگرانی مولانا تجمل حسین (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ) نے ادا کی جبکہ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض راقم نے ادا کئے۔ کانفرنس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔ تلاوت کی سعادت حافظ عبدالوحید نے حاصل کی، جبکہ حافظ محمد احمد نے ہدیہ نعت پیش کیا، مولانا محمود الحسن الحسینی (ٹھری میرواہ) نے بیان کیا، حضرت قاری محمد بلال عمرانی نے قرآنِ کریم کی تلاوت کی، پاکستان کے مشہور و معروف ثناء خواں حافظ عبداللہ عبدالقادر (کراچی) نے حمد، نعت اور نظمیں پیش کیں، مولانا مختار احمد (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میرپور خاص) نے بیان کیا، مولانا مفتی محمد راشد مدنی (مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے سیدنا عیسیٰؑ کی حیات اور رفع و نزول پر مفصل خطاب فرمایا اور قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی، آخر میں مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی (درگاہ بیر شریف) نے ختم نبوت کے عنوان پر خطاب فرمایا اور اختتامی دعا کرائی۔ کانفرنس میں مولانا عبدالغفور مینگل، مولانا عبدالشکور لغاری، مولانا محمد مسعود لغاری، مولانا محمد شاہ، مولانا شبیر احمد، مولانا سلطان احمد، مولانا عدنان، مولانا نور محمد، مولانا محمد طاہر مدنی، مولانا محمد یاسین، مولانا عبدالباسط حنفی، قاری محمد سلیم، قاری عبدالرحیم فیض، مولانا محمد یوسف، قاری نیاز احمد خاصخیلی، مولانا قاری شکیل احمد، بھائی عبدالرؤف اور دیگر مقامی علماء کرام نے بھرپور شرکت کی اور مضافات سے ۲۲ چک، مانو خان چانڈیو، میان، گجری، سنجھورو، جھول اور شہداد پور سے بھی قافلوں کی صورت میں شرکت کی۔ جامع مسجد بلال ہاؤسنگ سوسائٹی کی انتظامیہ کمیٹی کے صدر جناب وحید خالد صاحب نے کانفرنس میں آئے ہوئے معزز مہمانوں کو اجرک کا تحفہ پیش کیا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا شکریہ بھی ادا کیا، جناب ضیاء صاحب اور ان کے دیگر رفقاء نے کانفرنس کے تمام انتظامات بخوبی سرانجام دیئے۔ کانفرنس کے اختتام پر جماعت کا لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا اور مجمع کے لئے عشائیہ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ جل جلالہ اس کانفرنس کو اہلِ علاقہ اور پوری امت کے لئے خیر کا سبب بنائے اور تمام قادیانیوں اور غیر مسلموں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

قاری اللہ دتہ، ملتان .... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حافظ قاری اللہ دتہ ہمارے علاقہ چاہ بوچ والا پل کھارا کے رہنے والے تھے۔ میراں ملحقہ شجاع آباد کے حافظ محمد قاسمؒ سے قرآن پاک حفظ کیا۔ جامعہ فاروقیہ ملتان جس کے بانی شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مجاز حضرت مولانا خلیفہ غلام قادرؒ تھے، ان کے ادارہ میں معروف قاریٔ قرآن، قاری عبدالرب ارشدؒ جو ریڈیو پاکستان پر بھی ایک عرصہ تلاوت کرتے رہے، ان سے تجوید و قرأت سیکھی۔ راقم کی مادر علمی مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد اور ایسے ہی جامعہ فاروقیہ، مدرسہ ربانیہ شجاع آباد میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پیر مبارک شاہ بغدادیؒ نے قطعہ اراضی وقف کیا۔ آپ نے عثمان آباد عقب شاہی عیدگاہ کالونی میں ۱۹۷۲ء میں مدرسہ احسان القرآن کی بنیاد رکھی۔ جب انہیں یہ قطعۂ اراضی وقف کیا گیا تو وہاں قدآدم کھائیاں اور کھڈے تھے اور ہر طرف گندگی کے ڈھیر تھے، پہلی اذان ناک پر کپڑا رکھ کر دی۔ نیز آپ کی محنت سے مدرسہ اور مسجد معرض وجود میں آئے۔ ایک عرصہ سے گردوں، جگر کے مریض چلے آرہے تھے۔ علاج معالجہ جاری رہا۔ تا آنکہ وقت مقررہ آن پہنچا اور ۲۵ نومبر ۲۰۲۳ء کو روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ نماز جنازہ کی امامت کے فرائض پیر ظہور اسماعیل بغدادی نے سرانجام دیئے۔ جنازہ میں بیسیوں علماء کرام، مشائخ عظام اور حفاظ و قرأ حضرات اور آپ کے تلامذہ سمیت سینکڑوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ آپ نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑیں آپ کی قبرستان جلال باقری میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے قدموں کی طرف تدفین ہوئی۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ وعافہ۔

برادرِ محترم مولانا خادم اللہؒ کی رحلت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ہمارے خاندان میں دوردور تک کوئی عالم دین اور حافظ قرآن نہیں تھا۔سب سے پہلے ہمارے خاندان اور برادری میں میرے چچا حافظ رحیم بخشؒ نے قرآن پاک حفظ کیااور حافظ کہلائے۔والد محترم حاجی عبدالخالقؒ نے کئی ایک حج کئے صرف قرآن پاک پڑھا تھا وہ بھی سادہ قرآن پڑھتے تھے ”میاں جی“ کے پڑھے ہوئے تھے۔

والدہ محترمہ بھی دینی و دنیاوی علوم سے متصف نہ تھیں، لیکن دونوں صوم وصلوٰۃ اور تہجد کے پابند تھے۔نیز راقم کے جدامجد بھی اپنے زمانہ کے اعتبار سے تعلیم یافتہ نہ تھے،لیکن جدامجد میاں الٰہی بخشؒ بھی صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے،اللہ پاک نے ہمارے والدین کو پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں، ہمارے ایک بھائی اور ایک بہن بچپن میں انتقال کرگئے۔

ہم چار بھائیوں میں بڑے بھائی مولانا خادم حسینؒ نے جو بعد میں خادم اللہ بنے، پرائمری تک تعلیم اپنے علاقہ بستی مٹھو کے پرائمری اسکول سے حاصل کی، آپ کا سن پیدائش ۱۹۴۷ء ہے جس سال اللہ پاک نے ہمیں پاکستان عطا فرمایا۔ اسی سال بڑے بھائی کی پیدائش ہوئی، پرائمری کے بعد ہائی اسکول شجاع آباد میں میٹرک کیا۔ ہمارے شجاع آباد کے ایک عالم دین مولانا عبدالسبحان تھے، جو روڈ ایکسیڈنٹ میں شہید ہوگئے۔ برادر محترم جب میٹرک کر کے فارغ ہوئے اور نتائج کا انتظار تھا کہ مولانا عبدالسبحانؒ سے ملاقات ہوگئی جو ان دنوں مولانا عبدالعزیزؒ شجاع آبادی مفسر القرآن کے قائم کردہ شجاع آباد کے ایک قدیم ادارہ میں مدرس تھے۔ برادر محترم سے فرمایا کہ خادم حسین کیا کررہے ہو؟ تو جواب میں کہا کہ میٹرک کا نتیجہ کے آنے کے انتظار میں ہوں، بعدازاں جے وی یعنی پی ٹی سی کرنے کا ارادہ ہےتو فرمایا کہ نتیجہ آنے تک آپ میرے پاس قرآن پاک کا ترجمہ پڑھا کریں، جو ہر قابل تھا۔ برادر محترم جامعہ عزیز العلوم میں جانے لگے۔ جوسبق پڑھتے اگلے دن صبح کی نماز کے بعد اس کا درس دیتے تھے۔شرک و بدعات کا گڑھ ماحول تھا،توحید وسنت کا پرچار ناقابل برداشت ہوتا گیا۔ ہر قسم کے حربے اختیار کئے گئے کہ خالص توحید وسنت کا پرچار بند ہوجائے، لیکن برادر محترم نے یہ سلسلہ جاری رکھا، کچھ دنوں کے بعد ملتان میں معلمی کا کورس جے وی کیا۔نمبر میرٹ پر آنے کے بعد اسکول ٹیچر مقرر ہوگئے اور ٹیچری کے دوران تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ کچھ عرصہ بہادر پور، جلالپور پیروالا کے قریب ایک بستی ڈیپال میں تبدیل ہوگئے۔وہاں نونہالان وطن کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رکھا۔تبادلہ کی کوشش کی جو بارآور ثابت ہوئی اور آپ کا تبادلہ ”اگر خانی“ ٹبی درکھاناں کے پرائمری اسکول میں کر دیا گیا۔

راقم کو وہ منظر یاد ہے کہ برادرم بستی مٹھو خاص سے شجاع آباد مدرسہ عزیز العلوم تک گرمی، سردی،طوفان بادوباراں کی پرواہ کئے بغیر سائیکل پر سفر کرکے مدرسہ میں تشریف لاتے۔استاذ محترم بھی خصوصی شفقت فرماتے، برادرم کے آنے کے بعد انہیں فی الفور وقت عنایت فرماتے اور یوں تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔کریما نام حق جو فارسی کی ابتدائی کتابیں تھیں سے لے کر بخاری شریف تک مدرسہ عزیز العلوم میں پڑھیں اوراس کے فاضل ہوئے کسی زمانہ میں مفسر القرآن حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ، اشاعت التوحید والسنہ جوتوحید وسنت کی نشر واشاعت کے لئےمعرض وجود میں آئی، اس کے سرکردہ راہنماؤں میں سے تھےاوراشاعت پنجاب کے امیر تھے۔ان کی دعوت پر اشاعت کے قائدین مولانا غلام اللہ خان، سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجرات،مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ بارہا تشریف لائے۔راقم نے مذکورہ بالا تمام مقررین کو مدرسہ عزیز العلوم میں سنااور بارہاسنا۔

اشاعتی ومماتی طبقہ میں احمد سعید ملتانی ایک سریلے خطیب تھے، وہ بھی مدرسہ کے سالانہ تین

دن کے جلسوں میں بارہا آئے۔ جب موخرالذکر کی بے اعتدالیاں اورانبیاء کرام، صحابہ کرام، ائمہ حدیث کے خلاف ان کی خودساختہ تحقیق سامنے آئی تو استاذ محترم نے اشاعت کی قیادت سے بارہا احتجاج کیا، لیکن سید عنایت اللہ بخاری، ملتان کی تحقیق میں ان کے بھرپور موید اور سرپرست بنے ہوئے تھے اور انہوں نے مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کی ایک نہ سنی اور فرماتے کہ احمد سعید کی تحقیق مجھ سے بھی بڑھ گئی جو وہ حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ جیسے اکابرین علماء دیوبند کو بے نقط سناتے تو موصوف ان خرافات کو تحقیق کا نام دے کر سردھنتے تو مفسرالقرآن شجاع آبادیؒ نے احتجاجاً استعفیٰ دے دیا اور ’’انجمن اقامۃ التوحید والسنۃ‘‘ کے نام سے تنظیم قائم کرلی۔ استاذ محترم کے اکثر تلامذہ نے علماء دیوبند کے مسلک اعتدال حیات الانبیاء اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالمزار المبارک کو قبول کرلیا۔ راقم بھی کسی زمانہ میں احمد سعید کے مداحین اور فالوورز میں سے تھا۔ جامعہ خیرالمدارس میں ۱۹۷۴ء والے سال میں اللہ پاک نے مماتیت سے توبہ اور مسلک اعتدال اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔

برادرم قدوۃ السالکین، مرشدالعلماء الموحدین حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کی بیعت توڑ کر عنایت اللہ شاہ بخاری سے بیعت ہو گئے گھر میں ہم بھائیوں کی لمبی لمبی بحثیں ہوتیں۔

استاذ العلماء مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ نے مماتیت سے اظہارِ برأت کرنے کے بعد ’’دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف‘‘ لکھی جس میں قرآن وسنت اور اجماع امت سے عقیدۂ حیات النبی اور سماع صلوۃ وسلام عندالمزار المبارک کو مبرہن کیا، لیکن برادرم اپنے انہیں عقائد پر قائم ودائم رہے۔

’’دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف‘‘ کا غالباً چوتھا ایڈیشن چھپا اور برادرم کے فرزندار جمند مولانا ثناء اللہ سعد نے وہ کتاب برادر محترم کے سرہانے رکھ دی، اللہ تعالیٰ نے انہیں پڑھنے کی توفیق دی۔

گزشتہ سال ۲۰۲۲ء کے ختم نبوت کورس چناب نگر کے سلسلہ میں راقم مدارس کے دورہ پر تھا تو معلوم ہوا کہ برادرم سخت علیل ہوگئے۔ دوتین مدارس جامعہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں، جامعہ قادریہ بھکر، جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید میں بیان کے بعد راقم سیدھا برادر محترم کے گھر پہنچا اور ان کی خیر وعافیت معلوم کی، فرمانے لگے: میں نے اپنے بیٹوں، بھائیوں، بہنوں کو بلالیا آپ کو جان بوجھ کر نہیں بلوایا۔ راقم نے کہا کوئی ناراضگی ہے؟ فرمانے لگے: ناراضگی تو کوئی نہیں، صرف اس لئے اطلاع نہیں کی کہ آپ ختم نبوت کے تحفظ کے عظیم فریضہ میں مصروف تھے میں نے کہا کہ آپ کا حرج نہ ہو۔

دوسری بات یہ کہی کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو ’’دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف‘‘ میں استاذ جی مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ نے لکھ دیا اور وہ حیات النبی اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالمزار المبارک۔ راقم نے مبارکباد دی اور کہا کہ دیر آید درست آید۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حاضری ہوئی تو فرمانے لگے کہ میں عام موتی کے سماع کا قائل نہیں ہوں۔ راقم نے کہا کہ متنازع فیہ مسائل میں کوئی سا موقف اختیار کیا جاسکتا ہے؟

آپ کا نکاح ہماری چچازاد سے ہوا، جس سے اللہ پاک نے آپ کو آٹھ بیٹے عطا فرمائے، جن میں سے چھ حافظ، قاری ہیں اور ان میں سے دو عالم ہیں اور دو میں سے ایک سریع الرفتار مصنف کتب کثیرہ ہیں، جو دوسرے ہیں وہ اپنے والد کی قائم کردہ مسجد بلال میں امامت وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ نیز اسکول ٹیچر بھی ہیں، نصف صدی تک وہ اپنی آبائی مسجد میں امامت، تدریس، مؤذن اور خادم کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور یہ تمام کام وہ فی سبیل اللہ سرانجام دیتے رہے۔ اسکول ٹیچر سے ریٹائر ہوئے۔ صوم وصلوٰۃ، ذکر وفکر، تلاوت قرآن کے پابند عالم دین تھے۔ گزشتہ چند ماہ پہلے فالج کا اٹیک ہوا۔ جس نے جسمانی طور پر بہت کمزور کردیا۔ اٹھنا، بیٹھنا مشکل ہوگیا۔ بایں ہمہ اشارہ سے نماز پڑھتے رہے۔ پھر اٹیک ہوا اور جھٹکے لگنے شروع ہوگئے، وفات سے چار دن پہلے اٹیک ہوا۔ نشتر ہسپتال ملتان میں داخل کرائے گئے، ٹیسٹ ہوئے۔ رپورٹ جب آئی تو جگر کا کینسر معلوم ہوا۔ جس کا علاج آپریشن تھا۔ جسمانی کمزوری اور عمر کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دیا، تو گھر لائے گئے۔

راقم کو ان کی علالت اور بہتری کا علم ہوا، لیکن بایں ہمہ کھٹکا لگا ہوا تھا، راقم کوئٹہ کے سفر پر تھا۔ ۲۱؍جولائی جمعۃ المبارک کے دن صبح نو بجے سفر شروع ہوا، چونکہ ٹرین کا سفر سترہ اٹھارہ گھنٹے کا ہے، جب گاڑی روہڑی پہنچی تو انتقال کی خبر آئی۔ جنازہ کا وقت ۲۲؍جولائی ۲۰۲۳ء مقرر ہوا، کیونکہ آپ کے ایک فرزندار جمند حافظ ارشاد اللہ کوہاٹ کی کسی فیکٹری میں ملازم ہیں، ان کے سفر کو

سامنے رکھا گیا۔ راقم بھی صبح چار پانچ بجے ملتان دفتر مرکزیہ پہنچ گیا۔ نماز صبح ادا کی اور شجاع آباد کے لئے سفر کیا، الحمدللہ! جنازہ سے پہلے پہنچ گیا۔ نماز جنازہ کی امامت ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند اکبر مولانا ثناء اللہ سعد نے کی نماز جنازہ میں قائد تحریک ختم نبوت حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم سمیت سینکڑوں سے متجاوز حفاظ، قرأ، علماء کرام، مشائخ عظام اور عوام الناس نے شرکت کی اور انہیں والد محترم الحاج میاں عبدالخالقؒ اور والدہ محترمہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں ان کی پون صدی کی حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں اور سیئات کو حسنات سے تبدیل فرمائیں۔ آمین یاالٰہ العالمین۔☆☆

شیخ الحدیث مولانا ارشاد احمد رحمۃ اللہ علیہ کبیر والا

مولانا ارشاد احمد مہتمم دارالعلوم کبیر والا شیر گڑھ تونسہ شریف کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۵۵ء میں ہوئی۔ تیرہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی کتب مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسویؒ کے مدرسہ میں تونسہ شریف بعدازاں مدرسہ احیاء العلوم مظفر گڑھ میں بانی احیاء العلوم، مولانا محمد عمر قریشیؒ سے اور جامعہ مظاہر العلوم کوٹ ادو میں مولانا مسعود احمد، مولانا عبدالجلیلؒ سے پڑھیں۔ درجات علیاء دارالعلوم کبیر والا میں پڑھے۔ ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم کبیر والا سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل کے بعد تین سال جامعہ عثمانیہ شورکوٹ جس کے بانی مولانا بشیر احمد خاکیؒ تھے میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۲ء سے تادم زیست اپنی مادر علمی دارالعلوم کبیر والا میں تقریباً اکتالیس سال مدرس رہے، دارالعلوم کے مہتمم کے انتقال کے بعد آپ سے اہتمام سنبھالنے کی استدعا کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میرے محسن ومربی اور شیخ حضرت مولانا صوفی محمد سرورؒ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں، ان سے اجازت لے لیں، اگر وہ اجازت دیں تو میں اہتمام کے فرائض سنبھالنے کے لئے تیار ہوں، تو حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے آپ نے دارالعلوم کا اہتمام سنبھالا اور انیس سال دارالعلوم کے مہتمم رہے۔ آپ کے دورِ اہتمام میں دارالعلوم نے علمی وروحانی ترقی کے ساتھ ساتھ مادی ترقی بھی خوب کی۔ دارالعلوم کی جامع مسجد جو بانی دارالعلوم حضرت مولانا عبدالخالقؒ کے دور کی تعمیر شدہ تھی اسے شہید کر کے وسیع وعریض اور کئی منزلہ دیدہ زیب مسجد، دارالعلوم کے طلبا کے لئے چار منزلہ دارالاقامے اور درسگاہیں نئے سرے سے تعمیر کرائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ یوں تو محبت ہر ایک عالم دین کرتا ہے۔ آپ کے دورِ اہتمام میں راقم ہر سال چناب نگر کورس کی دعوت کے لئے حاضری دیتا تو خوشی خوشی اجازت مرحمت فرماتے۔ غالباً دارالعلوم کی تاریخ میں باضابطہ پہلی مرتبہ ۲۳؍ جولائی کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں امیر مرکزیہ حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ کے علاوہ مجلس کے راہنماؤں حضرت خواجہ عبدالماجد صدیقی مدظلہ امیر مجلس خانیوال، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، مولانا عبدالستار گورمانی کے علاوہ مولانا مفتی عطاء الرحمٰن بہاولپور، مولانا زبیر احمد صدیقی شجاع آباد، مولانا محمد اسحاق ساقی نے خطاب فرمایا۔ مولانا شاہد عمران عارفی نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ غرضیکہ آپ کی ساری زندگی علم وعمل سے عبارت تھی۔ بزرگوں کا ورع وتقویٰ آپ کے ہر ہر قول وعمل سے واضح ہوتا تھا۔ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت فرما کر احباب مجلس کی سرپرستی فرماتے۔ آپ کا اصلاحی تعلق شیخ الحدیث مولانا عبدالقادر دارالعلوم کبیر والا اور حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہؒ سکھر سے تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت صوفی باصفا شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرورؒ لاہور سے ہوا اور دونوں سے مجاز ہوئے۔ آپ انیس سال دارالعلوم کے مہتمم رہے۔ مہتمم نہیں آپ اپنے آپ کو خادم سمجھتے تھے، مہتممین والی کوئی کروفر نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے تحریری طور پر ارشاد النحو، ارشاد الصرف جدید، تحفہ علمیہ اور جواہر النحو تحریر فرمائیں۔ ۳۱؍ جولائی ۲۰۲۳ء کا دن اہل حق کے لئے گراں ثابت ہوا کہ باجوڑ ایجنسی میں جمعیت علماء اسلام کے ورکر کنونشن میں بم دھماکا ہوا، جس میں پچاس سے زائد علماء کرام، مشائخ عظام اور جماعتی کارکنوں کو جام شہادت نصیب ہوئے، اور اسی روز سرمایہ اہلسنت، فاضل اجل، عالم بے بدل، شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمدؒ تہجد کے وقت حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے رحلت فرما گئے۔ اسی روز مغرب کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ آپ کے فرزند ارجمند مفتی محمد اویس کی امامت میں ادا کی گئی جس میں ہزاروں علماء کرام، مشائخ عظام، طلبا اور مسلم عوام نے شرکت کی اور آپ کو دارالعلوم کے قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑے۔ آپ کے فرزند ارجمند مفتی محمد اویس، قاری محمد صہیب دارالعلوم میں استاذ ہیں۔ حضرت مولانا کے جنازہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں ومبلغین مولانا اللہ وسایا، مولانا عبدالحکیم نعمانی، مولانا حافظ محمد انس، مولانا عبدالستار گورمانی اور دیگر کئی ایک احباب نے شرکت کی۔ راقم تبلیغی سفر پر تھا کہ ۳؍ اگست کو سفر سے واپسی پر ضلعی مبلغ مولانا عبدالستار گورمانی سلمہ کی معیت میں دارالعلوم میں حاضری ہوئی، حضرت مرحوم کے رفیق کار جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا مفتی حامد حسن مدظلہ، حضرت مرحوم کے فرزند ارجمند اور جانشین مولانا مفتی محمد اویس سمیت اساتذۂ کرام اور احباب سے ملاقات کی اور تعزیت کا اظہار کیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

مطبوعات ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	رعایتی قیمت
1	محاسبہ قادیانیت: جلد نمبر 01 تا 30 (فی جلد: 300)	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	9000
2	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	حضرت مولانا پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	400
3	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	400
4	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	400
5	تحفۂ قادیانیت (6 جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ	1400
6	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ	حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ	250
7	مقدمہ مرزائیہ بہاولپور (۳ جلدیں)	جناب جج محمد اکبر صاحب	1000
8	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1200
9	تذکرہ مجاہدین ختم نبوت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	250
10	مجموعہ رسائل ردقادیانیت جلد اول	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	350
11	مجموعہ رسائل ردقادیانیت جلد دوم	رسائل اکابرین	350
12	ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	200
13	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	250
14	قادیانی شبہات اور ان کے جوابات	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	400
15	قادیانیت عقل وانصاف کی نظر میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	100
16	فتنہ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے	جناب محمد متین خالد صاحب	700
17	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	200
18	مولانا ظفر علی خان اور فتنہ قادیانیت	جناب محمد متین خالد صاحب	400
19	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	صلاح الدین بی۔اے ٹیکسلا	200
20	خطبات شاہین ختم نبوت (دو جلدیں)	مولانا محمد بلال، مولانا محمد یوسف ماما	600
21	قادیانیت کا تعاقب	مولانا اعجاز مصطفیٰ صاحب	200
22	ختم نبوت کورس	مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب	300
23	ختم نبوت ڈائری 2024ء	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	350
24	ختم نبوت کلینڈر 2024ء	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	150

نوٹ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔